تجارت میں
اسلام کی رہنمائی

ڈاکٹر محمد واسع ظفر

Tijarat Mein
Islam Ki Rahnumai

By

Dr. Md. Wasay Zafar

Rs. 80/-

Saima Publication

Printed : Saima Publication, Dariyapur, Ahmad Market, Patna-4

تجارت میں اسلام کی رہنمائی

ڈاکٹر محمد واسع ظفر

استاذ و سابق صدر، شعبہ تعلیم، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

© جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	:	تجارت میں اسلام کی رہنمائی
مصنف	:	ڈاکٹر محمد واسع ظفر
اشاعت اول	:	دسمبر 2024ء/جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ
صفحات	:	92
تعداد اشاعت	:	پانچ سو(500)
ہدیہ	:	80/- روپے
کمپوزنگ	:	محمد جمال الدین اطہر
مطبع	:	صائمہ پبلی کیشن، احمد مارکیٹ، لنگر ٹولی، پٹنہ-4

کتاب ملنے کے پتے:

☆ بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ ☆ آفتاب بک ڈپو، سبزی باغ، پٹنہ

☆ صائمہ پبلی کیشن، لنگر ٹولی، پٹنہ ☆ ناولٹی بکس، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ

☆ یونیورسل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ

☆ دفتر مدرسہ قاسمیہ، بنی آباد، مظفر پور (بہار)

TIJARAT MEIN ISLAM KI RAHNUMAI

By

Dr. Md. Wasay Zafar

Former Head & Dean, Faculty of Education,

Patna University, Patna

Email:mwzafar.pu@gmail.com

2

انتساب

والدہ محترمہ

مرحومہ عزیز آرا خاتون عرف شہزادی بیگم

اور

والد محترم

ماسٹر محمد داؤد صاحب مرحوم بن منشی عبدالرحیم مرحوم

کے نام

جن کی

ابتدائی توجہات نے تحصیل علم کی راہ پر لگایا۔

قومیں پاتی ہیں تجارت سے عروج
بس یہی ان کے لئے معراج ہے
ہے تجارت واقعی ایک سلطنت
زور یورپ کو اسی سے آج ہے
لفظ تاجر خود ہے اے اکبرؔ ثبوت
دیکھ لو تاجر کے سر پر تاج ہے

اکبر الہ آبادیؔ

تجارت کے اصولوں میں رواداری بھی ہوتی ہے
سبب نقصان کا ناتجربہ کاری بھی ہوتی ہے
ریاض حنفی

3

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

فہرست عناوین

نمبر شمار	مضامین	صفحات
1۔	تقریظ از مفتی محمد نافع عارفی	8
2۔	تقریظ از ڈاکٹر سرور عالم ندوی	12
3۔	پیش لفظ از مقالہ نگار	15
4۔	تجارت کی اہمیت اور فضیلت	22
5۔	تجارت کے علوم کا حاصل کرنا	24
6۔	نیت کی درستی	27
7۔	صبح سویرے تجارت کے لئے جانا	32
8۔	حرام اشیاء کی خرید و فروخت سے اجتناب کرنا	33
9۔	تجارت کے ذریعے گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں معاون بننے سے پرہیز کرنا	38
10۔	جو چیز اپنی ملکیت اور قبضے میں نہ ہو اس کی بیع سے پرہیز کرنا	40
11۔	تجارتی معاملات باہمی رضامندی سے طے کرنا	46
12۔	خریدار کو صحیح مشورہ دینا	48
13۔	قیمت متعین کرنا اور اسے مجہول نہ رکھنا	49
14۔	ادھار معاملات کو ضبط تحریر میں لانا	50

15۔	کم منافع پر اکتفا کرنا	52
16۔	دھوکا دہی سے پرہیز کرنا	55
17۔	جھوٹ سے پرہیز کرنا	63
18۔	قسم کھانے سے اجتناب کرنا	65
19۔	جعلی کرنسی چلانے سے پرہیز کرنا	67
20۔	ماپ تول کر لین دین کرنا	68
21۔	ماپ تول میں کمی نہ کرنا	69
22۔	جھکتی ڈنڈی تولنا	72
23۔	ذخیرہ اندوزی سے پرہیز کرنا	73
24۔	خرید وفروخت میں نرمی کا رویہ اختیار کرنا	77
25۔	فروخت کی ہوئی چیز واپس لینا	79
26۔	کسی دوشخص کے تجارتی معاملے میں دخل اندازی سے احتراز کرنا	81
27۔	اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا	82
28۔	مصادر ومراجع	87

☆☆☆☆☆

4

تقریظ

از: مفتی محمد نافع عارفی صاحب

جنرل سکریٹری، آل انڈیا ملی کونسل، بہار، پھلواری شریف، پٹنہ (انڈیا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ!

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو اس دنیا میں اس شان سے بسایا کہ ان کی ایک ایک ضرورت کا خیال رکھا، رزق دینے کا وعدہ فرمایا اور ہر مخلوق کے رزق کا خزانہ اسی زمین میں دفنا کر اسے تلاش معاش کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُھَا وَیَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّھَا وَمُسۡتَوۡدَعَھَا کُلٌّ فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ﴾ (ترجمہ): ’’اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو، وہ اس کے مستقل ٹھکانے کو بھی جانتا ہے، اور عارضی ٹھکانے کو بھی، ہر بات ایک واضح کتاب (لوح محفوظ) میں درج ہے۔‘‘ (ھود:٦)۔ اور جن وانس کو بالخصوص یہ بھی حکم فرمایا کہ رزق کی تلاش میں زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ نے جو رزق تمہارے لیے مقدر کیا ہے، اسے حاصل کرنے کی سعی کرو۔ ﴿فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (ترجمہ):''پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں منتشر ہوجاؤ اور اللہ کی روزی تلاش کرو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، تاکہ تمھیں فلاح نصیب ہو''(**الجمعة:١٠**)۔

دنیا میں حصول معاش کے جتنے ذرائع ہیں ان میں تجارت اور زراعت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کی نظر میں بڑا قبول حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سچا اور ایمان دار تاجر نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ جنت میں ہوگا۔**عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ، مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ"** (**سنن الترمذيؒ**، حدیث نمبر:١٢٠٩، بروایت ابوسعید خدریؓ)۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کے ذریعے کمائی ہوئی آمدنی کو بہترین اور پاکیزہ آمدنی قرار دیا ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ کون سی کمائی سب سے پاکیزہ ہے، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ دست کاری اور ہر طرح کی خرید وفروخت جو شرعی طریقے پر کی گئی ہو۔(**المعجم الأوسط للطبرانيؒ**، حدیث نمبر:٢١٤٠، بروایت عبداللہ بن عمرؓ)۔

اسلام ایک مکمل نظام حیات اور دستور زندگی ہے، اس نے زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی واضح رہنمائی فرمائی ہے اور کسی شعبے کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا ہے، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات کے مسائل کو ایک ایک کرکے واضح انداز میں بیان فرمادیا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں پیش آنے والے معاملات کے سلسلے میں بھی مکمل ہدایات جاری فرمائی اور ان کے اصول وضوابط متعین فرمادیے ہیں۔ حدیث کی کتابوں میں طہارت، نماز، زکوۃ، روزہ، حج، عمرہ وغیرہ ایسی عبادتوں کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ کار جس طرح بیان کیا گیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرماتے تھے،

آپؐ کی نماز کیسی ہوتی تھی، روزے کے سلسلے میں آپؐ کا کیا معمول تھا، زکوٰۃ کے لیے آپؐ نے کیا اصول مقرر فرمائے تھے، مناسک حج وعمرہ کے سلسلے میں آپؐ کی کیا ہدایات ہیں، ٹھیک اسی طرح تجارت کے سلسلے میں بھی آپ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وعمل تفصیل کے ساتھ ملے گا، اور تھوڑی سی تحقیق سے ہی آپ پر یہ بات عیاں ہوجائے گی کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید وفروخت اور تجارت کے اصول وضوابط متعین فرمادیے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کا طریقہ، اس کے اصول، خرید وفروخت کے شرائط، کن چیزوں کی خرید وفروخت جائز ہے، کن چیزوں کی خرید وفروخت حرام ہے، تجارت کا وقت کون سا ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے کس وقت میں برکت رکھی ہے، یہ سب کچھ ہمیں سکھلایا لیکن افسوس کہ اس بھاگتی دوڑتی دنیا میں حصول رزق کی تگ ودو میں تو ہر کوئی سرگرداں ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے سلسلے میں کیا حکم ہے، اس سے ہماری اکثریت نابلد اور ناواقف ہے۔ بہتوں کو تو اس کا پتا ہی نہیں کہ اسلام نے تجارت کے شعبے میں کیا رہنمائی کی ہے، اور اپنے ماننے والوں کو اس باب میں کن کن ہدایتوں سے آگاہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے محبی فی اللہ ڈاکٹر محمد واسع ظفر صاحب، استاذ وسابق صدر شعبہ تعلیم، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ کو کہ انہوں نے حدیث وقرآن کے وسیع ذخیرے سے تجارت کے رہنما اصولوں کو تلاش کرکے آسان اور عام فہم زبان واسلوب میں تاجروں کے لئے اسلامی تعلیمات کا خوبصورت گلدستہ سجایا ہے۔ گو کہ تجارت کے متعلق عربی اور اردو زبان میں متعدد اہل علم کی کتابیں موجود ہیں، تاہم وہ کتابیں تحقیقی اور علمی اسلوب پر لکھی گئی ہیں اور ان کتابوں تک رسائی عام تاجروں کے لئے ممکن نہیں ہے، شدید ضرورت تھی کہ ایک مختصر سا کتابچہ جو تجارت اور خرید وفروخت کے تمام اصولوں کا احاطہ بھی کرتا ہو اور کچھ جدید مسائل بھی

اس میں شامل ہوں، نیز اس کو پڑھنا اور سمجھنا عام لوگوں کے لئے آسان بھی ہو، کسی صاحب علم کے قلم سے وجود میں آئے۔ خدا کا شکر ہے کہ ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ہمارے مخلص دوست نے امت کی طرف سے یہ فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ کل ۹۲؍صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ نہ صرف اہل علم بلکہ عام تجار کے لئے بھی ان کی کاروباری زندگی کا زادراہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور مصنف کے لیے اسے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین!

محمد نافع عارفی

جنرل سکریٹری، آل انڈیا ملی کونسل،
بہار، پھلواری شریف، پٹنہ
رہائش: پھلواری شریف، پٹنہ، بہار (انڈیا)

۲۷؍جمادی الاول ۱۴۴۶ھ
مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۲۴ء

6

تقریظ

از: ڈاکٹر سرور عالم ندوی صاحب

صدر شعبہ عربی، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ، بہار (انڈیا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

اللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّم عَلٰی حَبِیۡبِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ!

ضروریات زندگی کی تکمیل فطرت کا تقاضا ہے جسے اللہ رب العزت نے ہر ذی روح کے اندر ودیعت فرمایا ہے، مگر ان سب میں اشرف مخلوق انسان کو اپنی تمام ضروریات اور خواہشات کی تکمیل میں یوں ہی آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ ہر گام پر کسی قاعدے اور ضابطے کا مکلّف بنایا گیا ہے۔ ان ہی میں سے ایک معاش کا مسئلہ بھی ہے، جس کو حل کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جن میں حرفت، صنعت، اور تجارت ایسا مثلث ہے جنہیں معاشی مسائل کی شاہ کلید کہا جاسکتا ہے۔ ان میں بھی تجارت کو دیگر کے مقابلے میں یک گونہ فوقیت حاصل ہے جو ہر کسی کے دسترس میں بھی ہے، اور سہل و آسان بھی ہے، یہ اور بات ہے کہ اس وقت مسلم طبقہ اپنے سابقہ مقام سے اس میدان میں بہت پیچھے ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں لیکن ان میں اہم ترین وجہ ایمانی کمزوری اور شریعت مطہرہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے روگردانی ہے جس کی وجہ سے آج ہم دوسروں کے دست نگر ہوکر ذلت ورسوائی کے خوگر بن چکے ہیں اور اس کا احساس تک باقی نہیں!

وائے ناکامی! متاع کارواں جاتا رہا

اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اگر ہم آج اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے حاصل کرنا چاہتے ہیں اور سرخروئی و سربلندی کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو ہمیں احکام خداوندی اور ارشادات نبویؐ کی روشنی میں اپنی زندگی کو ڈھالنا ہوگا اور کارزار حیات کے ہر عمل کو ان ہی کے مطابق کرنا ہوگا کیوں کہ ہماری کامرانی اور کامیابی کا راز صرف اور صرف قانون شریعت کی پاسداری اور اسی کے مطابق زندگی گزارنے میں پوشیدہ ہے۔

پیش نظر کتاب ''تجارت میں اسلام کی رہنمائی'' وقت کے اہم ترین تقاضے کی تکمیل ہے جس کی مدتوں سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی، اسلامی لٹریچر میں بے شمار موضوعات پر اہل علم وقلم نے اپنی نگارشات پیش کیں مگر یہ موضوع ہنوز تشنہ و نا تمام تھا۔ اس موضوع پر عربی اور اردو میں جو کتابیں موجود ہیں، ان کا اسلوب عام طور پر علمی اور فقہی ہے جن تک عام تاجروں کی رسائی ممکن نہیں ہو پاتی۔ اس لئے شدید ضرورت اس بات کی تھی کہ ایک ایسی کتاب وجود میں آئے جو کہ عام فہم ہو، بہت ضخیم بھی نہ ہو اور جس میں تجارت اور خرید و فروخت کے بنیادی اصولوں کا احاطہ کیا گیا ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کتابچے نے وہ کمی پوری کردی ہے۔ یہ ایک نہایت خوبصورت، مرتب اور جامع تحریر ہے جس میں تجارت کے بنیادی اصولوں پر قرآن و حدیث کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے، نیز اس میں فقہی کے بجائے دعوتی اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے اور ترغیبی و ترہیبی پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔
مصنف کتاب ڈاکٹر محمد واسع ظفر صاحب کو جو ایسے اچھوتے موضوعات پر اس سے قبل بھی کئی تحریروں کے ذریعے اہل ذوق سے داد تحسین حاصل کرچکے ہیں، اس کتابچہ کی پیش کش پر

صرف مبارک باد ہی نہیں پیش کرتا بلکہ شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ اردو زبان کے علمی ذخائر میں اس کتابچے کے ذریعے ایک بیش بہا اضافہ عمل میں آیا ہے اور اس کمی کو پورا کیا گیا ہے جس کا احساس دردمند دل کے حامل افراد کو مدت سے رہا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ ہمارا مسلم طبقہ اس پیشہ تجارت سے خالی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے یا پھر غیروں کی نقالی میں جائز اور ناجائز کے درمیان تمیز نہ کرنے کی وجہ سے جس بے برکتی کا شکار ہورہا ہے، یہ تحریر اس کو اس خسارے سے ان شاء اللہ روک دے گی بشرطیکہ اس کی رعایت کی جائے۔

میں بے حد شکرگزار ہوں اپنے رفیق محترم ڈاکٹر محمد واسع ظفر صاحب کا، کہ انہوں نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کرکے اُس خلا کو پر کردیا ہے جس کا احساس دیندار طبقہ شدت سے کررہا تھا۔ دعا ہے کہ ہمارے مسلم معاشرے کا ہر وہ شخص جو پیشہ تجارت سے وابستہ ہے، اس تحریر سے فائدہ اٹھا کر اپنے کاروبار کو سودمند اور نفع بخش بنائے اور اس سے دونوں جہان میں سرخروئی اور سربلندی حاصل کرے۔ نیز اللہ رب العزت صاحب تحریر کے لئے اسے ذریعہ بخشش ونجات بنادے۔ آمین!

ڈاکٹر سرور عالم ندوی

صدر شعبہ عربی

پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ، بہار (انڈیا)

۳۰ / جمادی الاول ۱۴۴۶ھ

مطابق ۳ / دسمبر ۲۰۲۴ء

8

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، اَمَّا بَعۡدُ !

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کا نام ہے۔ اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں اسلام کی رہنمائی موجود نہ ہو خواہ اس کا تعلق تعلیم و تربیت، اخلاقیات، عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت و کاروبار، حکومت و سیاست یا نظام عدل وانصاف کسی بھی شعبے سے ہو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنی رہبری سے مایوس نہیں کیا۔ اس بات کی شہادت ہر وہ اہل علم دے سکتا ہے جس کی قرآن وسنت پر عمیق نگاہ ہے۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت کی نگاہوں کے سامنے اسلام کا یہ جامع تصور موجود نہیں ہے۔ جو لوگ بہت دین دار تصور کئے جاتے ہیں انہوں نے بھی اسلام کو چند عبادات اور رسومات تک محدود سمجھ رکھا ہے، الا ماشاء اللہ۔ یہ بات اس لئے لکھنا پڑ رہی ہے کیوں کہ ایسا اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایک شخص نماز، روزے، صدقات وزکوۃ اور حج وعمرے کا تو پابند ہے لیکن اس کے اخلاق و معاملات نہایت گھٹیا درجے کے ہیں، معاشرت اور رہن سہن میں

سوائے چند رسومات کے مغربی تہذیب کی نقالی ہے، اور اسباب معیشت میں اسلامی اصول و ضوابط کا کوئی پاس ولحاظ نہیں حتی کہ حلال وحرام کی بھی تمیز نہیں، وراثت کی تقسیم میں حق تلفی اور بددیانتی تو عام بات ہے، شادی بیاہ میں خطبہ نکاح اور ایجاب وقبول کے سوا کچھ بھی اسلامی نہیں رہا۔ دوسری طرف بہت سے ناعاقبت اندیش وہ بھی ہیں جن کے لئے فرض عبادات کی بھی کوئی اہمیت نہیں رہی، فرائض وارکان دین کی پابندی کے بغیر بھی وہ خود کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

ان سب کی وجوہات کا اگر آپ جائزہ لیں تو پائیں گے کہ ایک طرف تو اس کی بنیادی وجہ مسلمانوں کی دینی علوم سے بالعموم دوری اور بے اعتنائی ہے، عصری علوم کی تحصیل کے غلبے میں علوم شریعہ کو لوگوں نے یکسر نظر انداز کر رکھا ہے۔ اکثریت کو تو اس کا احساس ہی نہیں کہ دین کی بنیادی سمجھ بوجھ کا حاصل کرنا بحثیت مسلمان ان پر فرض ہے اور اس میں کوتاہی کے لئے بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوں گے۔ نیز تحصیل علم کے لئے کسی مخصوص عمر کی کوئی قید بھی نہیں ہے۔ اگر یہ احساس بیدار ہو جائے تو تمام قسم کی مشغولیات کے ساتھ ساتھ علوم شریعہ کی تحصیل کی بھی لوگ فکر کریں۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ مدارس دینیہ میں داخلہ ہی لیا جائے بلکہ دینی کتب کے مطالعے، علمی مجالس کی شراکت، اور علمائے حق کی صحبت کے ذریعے بھی اس مقصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا، اس کی طرف لوگوں کی بالکل بھی توجہ نہیں ہے اور نہ ہی لوگ اپنی آئندہ نسل کی دینی وفکری آبیاری کے لئے متفکر دکھائی دیتے ہیں۔

دوسری طرف یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ تمام تر تقریروں، خطبوں، جلسوں اور

اجتماعات کے باوجود ہمارے علماء، مبلغین اور مصلحین حضرات عوام الناس تک دین کا جامع اور متوازن تصور پہنچانے میں ناکام رہے ہیں۔ ان کی تقاریر عموماً عقائد وعبادات پر مرکوز ہوتی ہیں اور بعضوں کا تو فرائض اور ارکان دین پر بھی زور نہیں ہوتا، وہ عوام کو فقط قصے کہانیوں اور دیومالائی داستانوں میں الجھائے رکھتے ہیں یا اپنے مسلک کی بالادستی قائم کرنے میں جتے رہتے ہیں۔ دین کے دیگر شعبوں مثلاً معاملات، معیشت وکاروبار، معاشرت، تقسیم وراثت وغیرہ پر باتیں شاذونادر ہی سننے کو ملتی ہیں۔

ظاہر ہے ان سب کا نتیجہ وہی ہونا تھا جو سامنے آچکا ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت نے دین کے ان اہم شعبوں کو امور دنیا قرار دے کر ان میں خود کو شرعی بندشوں سے آزاد سمجھ لیا ہے۔ ان کے سامنے یہ تصور ہی نہیں ہے کہ ان شعبوں میں بھی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صادر کردہ احکام کے پابند ہیں۔ نیز بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان شعبوں سے متعلق شرعی احکام پر چلنا دور حاضر میں ممکن ہی نہیں رہا جب کہ اسلام ایک آفاقی نظام حیات ہے اور اس کی تعلیمات دائمی وابدی نوعیت کی ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہر شعبے میں کچھ افراد آگے آئیں اور اُس شعبے سے متعلق شرعی احکام کو عزیمت کے ساتھ اپنا کر دوسروں کے لئے عملی نمونہ بنیں تا کہ ان کی مذکورہ سوچ درست ہو۔

لیکن بدقسمتی سے صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے، یعنی عبادات کی پابندی کرنے والے اور دین دار سمجھے جانے والے افراد کو جب ان معاملات کا سامنا ہوتا ہے تو وہ شرعی احکام کی پابندی کے بجائے معاشرے کی روش کے آگے اپنے ہاتھ پاؤں ڈال دیتے

ہیں جس سے ایک تو ان کی اپنی عاقبت خراب ہوتی ہے، دوسرے اس کے برے اثرات سماج میں مرتب ہوتے ہیں، اور لوگ دین اور دین دار طبقے سے برگشتہ خاطر ہوتے ہیں۔ ایسے افراد کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اخلاق ومعاملات، اسباب معیشت وکاروبار اور امور معاشرت میں لوگوں کی نگاہیں ان کی طرف مرکوز ہوتی ہیں کیوں کہ لوگ انہیں دین دار تصور کرتے ہیں اور ان سے مثالی ومعیاری عمل کی امید رکھتے ہیں، اس لئے ان کے اوپر ایک طرح سے دوہری ذمے داری عائد ہوتی ہے؛ اول تو اطاعت شعاری کے ذریعے اپنی عاقبت سنوارنے کی اور دوئم دوسروں کو دین اور دین دار طبقے سے متنفر ہونے سے بچانے کی۔

پھر تجارت وکاروبار کا معاملہ تو اور بھی نازک ہے کیوں کہ یہ حصول رزق کے اہم اسباب میں سے ایک ہے، اس سے ہر ایک کو واسطہ پڑتا ہے اور اس کے مسائل بھی بہت دقیق ہیں۔ یہاں ہلکی سی لغزش یا بداحتیاطی انسان کے رزق کو حرام یا مشتبہ بنا سکتی ہے اور حرام رزق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی کوئی بھی عبادت قبول نہیں کرتا خواہ نماز ہو، دعا ہو، صدقات وخیرات ہو یا عمرہ وحج ہو۔ حلال رزق کا اہتمام کرنا تقویٰ اور تزکیہ نفس کی بنیاد ہے جن پر ابدی کامیابی کا انحصار ہے۔ اس لئے اس معاملے میں شرعی بندشوں کا لحاظ رکھنا گو سب کے لئے ضروری ہے لیکن دین سے تعلق اور آخرت کی فکر رکھنے والوں کے لئے انتہائی ضروری ہے ورنہ بروز حساب ان کی ساری عبادتوں کے کالعدم قرار دئے جانے کا خدشہ ہے۔ آخرت میں افسوس تو ان سب کو ہی ہوگا جنہوں نے دنیا میں دین سے بے گانہ رہ کر زندگی گزاری اور ابدی ناکامی مول لے لی لیکن سب سے زیادہ افسوس ان کو ہوگا جنہوں نے دین سے تعلق رکھا، عبادات کی پابندی بھی برتی، دنیا میں دین دار سمجھے جاتے رہے تاہم معاملات میں نقص اور ناپختگی کی وجہ سے ان کی آخرت بگڑ گئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو

ہی حقیقی مفلس کہا ہے۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء، خطباء، واعظین اور مبلغین حضرات عوام کے سامنے اسلام کا جامع تصور پیش کریں۔ عقائد وعبادات کے ساتھ ساتھ دین کے دیگر شعبوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور سنتوں کو اختیار کرنے پر زور دیں۔ اخلاق و معاملات، معاشرت، تجارت و کاروبار، ملازمت، زراعت، صنعت وحرفت، تقسیم وراثت، انسانی حقوق، سماجی عدل وانصاف، امانت داری و دیانت داری، خدمت خلق وغیرہ کو اپنی تحریر وتقریر کا موضوع بنائیں اور ان سے متعلق اسلامی ہدایات، امر ونواہی اور اصول وضوابط کو جہاں تک ممکن ہو آسان زبان اور سادہ اسلوب میں پیش کریں۔ امید ہے کہ اس کے اثرات مرتب ہوں گے اور سماج میں کچھ مثبت تبدیلیاں دیکھنے کو ملیں گی۔

احقر نے اسی مشن کے تحت اپنی بساط بھر کئی مضامین لکھے جنہیں اخبارات ورسائل نے کافی اہمیت دی۔ ان ہی میں سے ایک طویل مضمون تھا ''تجارت کے چند اہم اسلامی اصول'' جسے احقر نے ۲۰۱۹ء میں رقم کیا۔ اس مضمون میں تجارت کی اہمیت، اس کی فضیلت اور بنیادی اصول وضوابط کو ۲۴ر ذیلی عناوین کے تحت لانے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان کے ضمن میں متعدد فقہی مسائل بھی زیر بحث آگئے تھے۔ اللہ رب العزت نے اس مضمون کو بہت مقبولیت بخشی اور کئی اخبارات ورسائل نے اسے قسطوں میں شائع کیا جن میں نئی دہلی سے شائع ہونے والا سہ روزہ دعوت، حیدرآباد سے شائع ہونے والا روزنامہ منصف، ممبئی کا ہفت روزہ معیشت، کانپور کا روزنامہ متاع آخرت اور جموں کا روزنامہ لازوال شامل تھا۔ ان کے علاوہ کئی ویب سائٹس پر بھی یہ مضمون شائع ہوا جن میں مضامین ڈاٹ کام، اردو تہذیب

ڈاٹ کام، اردو نیٹ جاپان، قندیل آن لائن ڈاٹ کام، اردو معیشت ڈاٹ اِن، عالمی ٹائمس ڈاٹ کام قابل ذکر ہیں۔ احباب نے اُن دنوں ہی یہ مشورہ دیا تھا کہ اس مضمون کو کتابچہ کی شکل میں شائع کرالیا جائے تاکہ یہ محفوظ بھی ہو جائے اور اس سے استفادے کا سلسلہ بھی مستقبل میں جاری وساری رہے لیکن بعض عوامل کی وجہ سے جن میں راقم کی مشغولیت اور تساہلی کا بھی دخل ہے، یہ کام اس وقت نہیں ہوسکا۔ اب جب کہ ایک طویل وقفہ گزر چکا ہے اور احقر کو بھی اپنی تحریروں کو محفوظ کرنے کی فکر لاحق ہوگئی ہے، ایک بار پھر اس مضمون کی طرف توجہ مبذول ہوئی۔ چنانچہ اس بار عزم مصمم کے ساتھ اس کام میں جٹ گیا۔ پورے مسودے کو ازسرنو ایڈٹ کیا، حوالہ جات کی بھی نئے سرے سے جانچ پڑتال کی، عبارت کے اندر کئی جگہ ترامیم اور اضافے کئے، قرآنی آیات اور احادیث کا جہاں جہاں صرف ترجمہ دیا گیا تھا وہاں متن کو بھی لانے کا اہتمام کیا گیا، تجارت کے شعبے سے متعلق اصطلاحات کے ساتھ انگریزی الفاظ بھی ڈالے گئے کیوں کہ آج کل لوگ ان سے زیادہ مانوس ہیں، ذیلی عناوین کی فہرست سازی کی گئی۔ اس طرح یہ کتابچہ آج آپ کے ہاتھوں میں ہے جس کا نام احقر نے **''تجارت میں اسلام کی رہنمائی''** رکھا ہے۔ تجارت سے وابستہ افراد کے لئے تو ان شاء اللہ یہ مفید ثابت ہوگا ہی، عام لوگوں کے لئے بھی اس کا مطالعہ سودمند ثابت ہوگا کیوں کہ خرید وفروخت ایسی چیز ہے جس سے ہر ایک کو واسطہ پڑتا ہی ہے۔ اس لئے یہ سمجھ کر کہ رسالہ صرف تاجروں کے لئے ہے، اس کے مطالعے سے تساہل نہ برتیں۔

احقر مضمون کی نظر ثانی اور مفید مشوروں کے لئے مفتی محمد شاہد نعمانی قاسمی صاحب، استاذ مدرسہ تحفیظ القرآن، سمن پورہ، راجہ بازار، پٹنہ اور مولانا نظام الدین اسامہ ندوی صاحب، ناظم مدرسہ قاسمیہ، بنی آباد، مظفر پور، بہار کا ممنون ومشکور ہے۔ خاکسار ڈاکٹر سرور

عالم ندوی صاحب، استاذ وصدر شعبہ عربی، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ اور مفتی محمد نافع عارفی صاحب، ریاستی جنرل سکریٹری، آل انڈیا ملی کونسل، بہار، پھلواری شریف، پٹنہ کا بھی ان کی تقاریظ کے لئے بے حد شکر گزار ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یہ التجا ہے کہ وہ اس کتابچہ کو صفت قبولیت سے نوازے اور احقر کے لئے اسے ذخیرہ آخرت بنادے، نیز احقر کے والدین، اساتذہ کرام اور شریک حیات کو بھی اس کا بہترین بدلہ دے کہ بندہ اپنی ہر علمی کاوش میں ان سب کا مقروض ہے۔ اللہ تعالی سے یہ بھی التجا ہے کہ وہ میرے بچوں کو علوم شریعہ کی تحصیل کا شوق عنایت کرے اور انہیں دین کا داعی بنائے۔ آمین یارب العالمین!

محمد واسع ظفر

استاذ وسابق صدر، شعبہ تعلیم، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ
رہائش: ۱۰۴۔ مدینہ ٹاور، مدرسہ روڈ، سمن پورہ،
پٹنہ، بہار (انڈیا)

۳۰/ جمادی الاول ۱۴۴۶ھ
مطابق ۳/ دسمبر ۲۰۲۴ء

11

تجارت کی اہمیت اور فضیلت

تجارت وکاروبار حصول رزق کے اہم اسباب میں سے ایک ہے اور یہ وہ سبب ہے جس کی اہمیت اور افادیت ہر دور میں یکساں طور پر تسلیم کی گئی ہے لیکن دور حاضر میں تو عالمی معیشت میں اس کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے۔ آج جس قوم نے بھی تجارت و کاروبار کو خصوصی اہتمام کے ساتھ اپنایا ہوا ہے، اس کی نہ صرف معاشی حالت بہتر ہے بلکہ سیاسی اعتبار سے بھی وہ ملکی اور عالمی سطح پر غالب ہے۔ ایک وقت تھا کہ جب مسلمان تجارت کے میدان میں ساری قوموں سے نمایاں مقام رکھتے تھے جس کے بہت سے دینی و دنیوی فوائد حاصل ہوتے تھے، بہ شمول ان کے یہ بھی تھا کہ تجارتی اسفار میں دعوت دین ان کے پیش نظر رہتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ مسلمانوں نے تجارت کو ترک کر دیا اور حصول رزق کے دوسرے ذرائع اختیار کر لئے، جو منجملہ اور اسباب کے قوم کے زوال کا ایک سبب بنا بلکہ بقول اکبر الہ آبادیؔ:

زوال قوم کی تو ابتدا وہ تھی کہ جب
تجارت آپ نے کی ترک، نوکری کر لی

قوم کی کسبی روش میں یہ تبدیلی شاید اس وجہ سے واقع ہوئی کہ اس کی نگاہوں کے سامنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہ رہا: "عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ، فَإِنَّ فِيهَا تِسْعَةَ أَعْشَارِ الرِّزْقِ"۔ (۱) یعنی تم پر تجارت کو اختیار کرنا لازم ہے کیوں کہ رزق کے دس میں سے

(۱) إحياء علوم الدين للإمام الغزاليؒ، دار ابن حزم للطّباعة والنّشر و التّوزيع، بيروت، ۲۰۰۵ء، صفحہ ۵۰۴

نو حصے فقط اس میں ہیں۔ آج کی دنیا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تعبیر ہر کسی کے آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہی نہیں، تجارت کی اہمیت اور فضیلت کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بھی اقوال منقول ہیں۔ مثلاً جب آپؐ سے یہ دریافت کیا گیا کہ کون سی کمائی سب سے زیادہ پاکیزہ ہے (أَيُّ الْـكَسْـبِ أَطْيَـبُ)؟ تو آپؐ نے فرمایا: ”عَـمَـلُ الـرَّجُـلِ بِيَـدِهِ، وَ كُـلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ“ ۔(۲)”آدمی کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر وہ تجارت جو پاکبازی کے ساتھ ہو“ یعنی شریعت اسلامیہ کی عائد کردہ پابندیوں کو ملحوظ رکھ کر کی جائے۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے: ”لَأَنْ يَـأْخُـذَ أَحَـدُكُـمْ أَحْبُلًا، فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِنْ حَـطَـبٍ، فَيَبِيْـعَ، فَيَـكُفَّ الـلّٰـهُ بِـهِ وَجْهَـهُ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ، أُعْطِيَ أَمْ مُـنِـعَ“ ۔(۳)”تم میں سے کوئی شخص اگر رسی لے کر لکڑیوں کا گٹھا لائے، پھر اسے فروخت کرے (اور اس سے اپنا گزر بسر کرے) اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی آبرو محفوظ رکھے، تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے کچھ دیا جائے یا نہ دیا جائے۔“ آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے: ”الـتَّـاجِـرُ الـصَّـدُوقُ الْأَمِـيْـنُ، مَـعَ الـنَّـبِيّـيْـنَ وَالـصِّـدِّيْـقِـيْـنَ وَالشُّـهَـدَآءِ“ ۔(۴)”سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔“

---

(۲)مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ، دارالسلام، رقم الحديث ۱۷۲۶۵، بروایت رافع بن خدیجؓ

(۳)صـحيح البخاريؒ، كِتَابُ الْـمُسَاقَاةِ، بَـابُ بَيْـعِ الْـحَـطَبِ وَالْكَلَأِ، رقم الحديث ۲۳۷۳، بروایت زبیر بن عوامؓ

(۴)سنن الترمذيؒ، كِتَابُ الْبُيُوعِ، باب مَاجَاءَ فِى التُّجَّارِ وَ تَسْمِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ إِيَّاهُمْ، رقم الحديث ۱۲۰۹، بروایت ابوسعید خدریؓ

12

ان روایات سے تجارت کی فضیلت، روزی کے اسباب میں اس کی اہمیت، اس کے ذریعے حاصل شدہ مال کی پاکیزگی اور تاجروں کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام بالکل واضح ہے لیکن باوجود ان سب بشارتوں کے، دیگر شعبوں کی طرح معیشت کے شعبے میں بھی امت مسلمہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کو قبول کرنے میں عملاً کوتاہی برتی۔ تاہم ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ حال میں مسلمان ایک بار پھر تجارت کی طرف متوجہ ہوتے دکھائی دے رہے ہیں، گو کہ اس کے پیچھے کچھ دوسرے عوامل کارفرما ہیں، پھر بھی یہ ایک اچھی پیش رفت ہے۔ اس میں افسوس کا پہلو صرف یہ ہے کہ مسلمان دوسری قوموں کی طرح شرعی اور اخلاقی ضابطوں سے بے نیاز ہو کر تجارت کر رہے ہیں حالاں کہ اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو اپنی تجارت میں اختیار کرلیں تو ان کی تجارت اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا ذریعہ بن جائے گی، اس دنیا میں بھی اس کی برکتیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور آخرت میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے انعامات سے مالا مال ہوں گے۔ اسی مقصد کے پیش نظر راقم نے آئندہ سطور میں تجارت کے چند بنیادی اسلامی اصولوں کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے کہ شاید یہ حقیر سی کوشش تجارت کے شعبے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کو زندہ کرنے میں کچھ کام آجائے۔ چوں کہ تجارت کا علم بہت ہی دقیق ہے اور کتب حدیث وفقہ میں اس کی بہت سی جزئیات ملتی ہیں اور ان سب کا احاطہ ایک مضمون میں ناممکن ہے، اس لئے راقم نے یہاں صرف تجارت کے عام اصولوں پر اکتفا کیا ہے جن کا اطلاق کم و بیش ہر قسم کے کاروبار پر ہوتا ہے۔

تجارت کے علوم کا حاصل کرنا

سب سے اول اور بنیادی بات یہ ہے کہ تجارت میں مشغول ہونے سے پہلے اس سے متعلق علوم کو سیکھنا چاہیے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”طَـلَـبُ الْعِـلْـمِ

فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ“ ۔(۵) یعنی ”علم (دین) طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے“ کی تشریح میں فقہاء نے لکھا ہے کہ آدمی کسب معاش کے لئے جو کوئی بھی پیشہ اختیار کرے، اس کا علم حاصل کرنا بھی اس پر فرض ہو جاتا ہے۔ لہٰذا، اگر کسی نے تجارت کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو اس پر یہ فرض ہے کہ وہ بیع (Marketing) کے مسائل اور اس کی شرطیں معلوم کرے۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں: ”و اگر بمثل پیشه دارد، علم آن پیشه بروی واجب شود، تا اگر بازرگان بود علم ربوا بروی واجب شود، بلکه واجب شود که جمله شروط بیع بداند، تا از بیع باطل حذر تواند کرد۔“ (۶)

(ترجمہ): ”اسی طرح اگر آدمی کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے تو اس پیشے کا علم بھی اس پر واجب (یعنی فرض) ہو جاتا ہے جیسے کہ اگر تاجر ہے تو سود کے مسائل کا علم اس پر واجب ہو جاتا ہے بلکہ اس پر یہ بھی واجب ہو جاتا ہے کہ بیع کی جملہ شرائط سے واقف ہو، تا کہ بیع باطل سے بچ سکے۔“ ایک جگہ امام غزالیؒ یہاں تک لکھتے ہیں کہ بیع کے مسائل جاننا سب پر فرض ہے، کیوں کہ ہر ایک کو اس سے واسطہ پڑ سکتا ہے، کوئی شخص اس سے بری نہیں ہو سکتا: ”و علم بیع حاصل کردن فریضه است، که هیچکس را ازین چاره نباشد۔“ (۷) انہوں نے حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ رقم کیا ہے کہ جب وہ بازار جاتے تو تاجروں سے بیع کے مسائل

(۵) سنن ابن ماجہؒ، كِتَابُ الْمُقَدِّمَةِ، بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَآءِ وَالْحَثِّ عَلٰى طَلَبِ الْعِلْمِ، رقم الحديث ۲۲۴، بروایت انسؓ بن مالکؓ

(۶) کیمیای سعادت، کتابخانه و چاپخانه مرکزی، تهران، اشاعت دوم، ۱۳۳۳ھ، صفحہ ۱۱۵

(۷) کیمیای سعادت، صفحہ ۲۵۹

پوچھتے اور جو نہیں بتاتا اسے کوڑے لگا کر علم سیکھنے کے لئے بھیجتے، اور فرماتے کہ جو بیع کے احکام نہ جانے اسے بازار میں نہیں ہونا چاہیے، یعنی تجارت نہیں کرنی چاہیے کہ لاعلمی میں حرام خوری اور سود خوری میں مبتلا ہو جائے گا اور اسے خبر بھی نہ ہوگی۔ عبارت اس طرح ہے: ”عمر رضی الله عنه. اهل بازار را درّه همی زد و بطلب علم میفرستاد، و میگفت که ’هر که فقه بیع نداند، نباید که در بازار بود، که آنگاه که حرام خورد و ربوا خورد و ویرا خبر نبود‘۔“ (۸)

امام ترمذیؒ نے بھی اپنی سنن میں حضرت عمرؓ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: ”لَا يَبِعْ فِي سُوقِنَا إِلَّا مَنْ قَدْ تَفَقَّهَ فِي الدِّيْنِ“ ۔(۹) یعنی ہمارے بازار میں خرید و فروخت نہ کرے مگر وہ شخص جس نے دین میں خوب سمجھ بوجھ حاصل کر لی ہو۔

یہاں دین کی سمجھ سے ان کی مراد، معاملات اور بیع و شراء (یعنی خرید و فروخت) کے مسائل سے آگاہ ہونا ہے۔ گویا حضرت عمرؓ کی رائے میں صرف ایسے شخص کے لئے تجارت کرنا درست اور جائز ہے، جو معاملات اور بیع و شراء کے مسائل سے پوری طرح واقف ہو، کیوں کہ جو شخص ان سے واقف نہیں ہوگا، وہ کاروبار میں بے اصولیاں کرے گا، جو معاشرے میں معاشی بگاڑ کا سبب بنیں گی۔ اس لئے ہر مسلمان تاجر بلکہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ بیع و شراء کے مسائل کو جانے کیوں کہ اپنے بشری تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ضروری اشیاء کی خرید و فروخت کے معاملات میں ملوث ہونا کسی کے لئے بھی ناگزیر ہے۔

(۸) کیمیای سعادت، صفحہ ۱۱۵

(۹) سنن الترمذيؒ، كِتَابُ الْوِتْرِ، بابُ مَاجَآءَ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، رقم الحديث ۴۸۷

نیت کی درستی

تجارت میں نیت کی درستی بھی بہت ضروری ہے کیوں کہ تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں ہی پر ہے اور انسان کو ہر عمل کا نتیجہ اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ اصلاح نیت کے سلسلے میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اول یہ کہ اپنی تمام تر محنت، مشقت اور جدوجہد کے باوجود تاجر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل و اعتماد رکھے کہ رزاق مطلق اسی کی ذات ہے اور کسب و تجارت صرف ایک ظاہری وسیلے کے درجے کی چیز ہے اور اس کے پردے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما ہوتی ہے۔ لہٰذا، اپنے پیشہ وکسب کو رزاق ہرگز نہ سمجھے کیوں کہ یہ شرک خفی ہے۔(۱۰)

دوئم یہ کہ یہ نیت کرے کہ تجارت اس لئے کرتا ہوں تا کہ خود کی اور اہل وعیال کی معاشی ضروریات عزت کے ساتھ پوری ہو جائیں، لوگوں کی محتاجی نہ رہے اور اس قدر فراغت میسر آ جائے کہ دلجمعی کے ساتھ اللہ عز و جل کی عبادت کرسکوں۔ علماء نے اس قدر کمانے کو فرض لکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے: ”طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ“۔(۱۱) یعنی حلال روزی کمانا فرض کے بعد ایک فرض ہے۔

آپؐ سے اس کی بڑی فضیلت بھی منقول ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: ”مَنْ طَلَبَ

(۱۰) مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف اردو، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، دیوبند، ۱۹۸۶ء، جلد ۳، صفحہ ۴۲۸

(۱۱) الجامعُ لِشُعَبِ الْأيمَانِ لِلبَيْهَقيؒ، مكتبة الرّشد، الرياض ۲۰۰۳ء، جلد ۱۱، رقم الحديث ۸۳۶۷، بروایت عبداللہ بن مسعودؓ

الدُّنيَا حَلالًا اسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْأَلَةِ، وَ سَعْيًا عَلٰى أَهْلِهِ، وَ تَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهِ، لَقِيَ اللّٰهَ وَ وَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَ مَنْ طَلَبَ الدُّنيَا حَلالًا مُكَاثِرًا مُرَائِيًا لَقِيَ اللّٰهَ وَ هُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ“۔(۱۲) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص خود کو سوال سے بچانے، اپنے اہل وعیال (کی کفالت) کے لئے سعی کرنے اور اپنے پڑوسی پر شفقت و مہربانی کرنے کے لئے دنیا کو حلال اور جائز طریقے پر طلب کرتا ہے، وہ (بروز قیامت) اللہ جل شانہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا، اور جو شخص کثرت مال اور ریاکاری (تفاخر) کی نیت سے حلال دنیا طلب کرتا ہے، تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔

علامہ غزالیؒ نے فضیلت کسب کے تعلق سے اپنی مایہ ناز تصنیف احیاء علوم الدین میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ان لوگوں کی نگاہ ایک طاقت ور اور مضبوط جسم والے نوجوان پر پڑی، جو صبح سویرے ہی طلب معاش کے لئے بھاگ دوڑ کرنے میں مصروف تھا، تو بعض صحابہ کرامؓ نے کہا کہ افسوس ہے اس پر، کاش! اس کی جوانی اور طاقت اللہ کی راہ میں صرف ہوتی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَا تَقُولُوا هٰذَا، فَإِنَّهُ إِنْ كَانَ يَسْعٰى عَلٰى نَفْسِهِ لِيَكُفَّهَا عَنِ الْمَسْأَلَةِ وَ يُغْنِيهَا عَنِ النَّاسِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَ إِنْ كَانَ يَسْعٰى عَلٰى أَبَوَيْنِ ضَعِيفَيْنِ أَوْ ذُرِّيَّةٍ ضِعَافٍ لِيُغْنِيَهُمْ وَ يَكْفِيَهُمْ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَ إِنْ كَانَ يَسْعٰى تَفَاخُرًا وَ تَكَاثُرًا فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ“۔(۱۳) (ترجمہ): ”ایسا

(۱۲) المُصَنَّفُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، كِتَابُ الْبُيُوعِ وَالْأَقْضِيَةِ، باب فِي التِّجَارَةِ وَالرَّغْبَةِ فِيهَا، رقم الحديث ۲۲۶۲۵، بروایت ابوہریرہؓ

(۱۳) إحياء علوم الدين للغزاليؒ، صفحہ ۵۰۳

نہ کہو! کیوں کہ اگر وہ محنت وکوشش اس لئے کررہا ہے کہ خود کو سوال کرنے سے بچائے اور لوگوں سے بے نیاز ہوجائے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے، اور اگر وہ اس لئے محنت کررہا ہے تاکہ اپنے ضعیف والدین یا کمزور وناتواں اولاد کو لوگوں سے بے نیاز کردے اور ان کی کفایت کرے تو بھی وہ اللہ کی راہ میں ہے، اور (ہاں) اگر وہ دوسروں پر فخر جتانے اور کثرت مال کی غرض سے بھاگ دوڑ کررہا ہے تو (یقیناً) وہ شیطان کی راہ میں ہے۔‘‘

اسی مضمون کی روایت کو حافظ سلیمان بن احمد الطبرانیؒ نے **معاجم ثلاثہ** میں حضرت کعب بن عجرہؓ سے، امام بیہقیؒ نے **سنن الکبریٰ** میں حضرت انس بن مالکؓ سے، اور امام ابن ابی الدنیاؒ نے **کتاب العیال** میں حضرت ابوالمخارقؓ سے نقل کیا ہے۔ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں صرف امام طبرانیؒ کی روایت نقل کی جاتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک صاحب کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا تو (موجود) صحابہ کرامؓ ان کے جسم کی ساخت اور چستی کو دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! کاش کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ (یعنی جہاد) میں ہوتا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’**إِنْ كَانَ يَسْعَىٰ عَلٰى وَلَدِهِ صِغَارًا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللهِ، وَ إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَىٰ عَلٰى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيْرَيْنِ فَفِي سَبِيْلِ اللهِ، وَ إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَىٰ عَلٰى نَفْسِهِ لِيَعِفَّهَا فَفِي سَبِيْلِ اللهِ، وَ إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَىٰ عَلٰى أَهْلِهِ فَفِي سَبِيْلِ اللهِ، وَ إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَىٰ تَفَاخُرًا وَ تَكَاثُرًا فَفِي سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ**‘‘۔ (۱۴) (ترجمہ): ’’اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کے رزق کی تگ ودو میں نکلا ہے تو یہ بھی اللہ کی راہ میں ہے، اور اگر یہ

(۱۴) الروض الداني إلى المعجم الصّغير للطبرانيؒ، المكتب الإسلامي، بيروت و دار عمّار، عمّان، الطبعة الأولى ۱۹۸۵م، رقم الحديث ۹۴۰

اپنے بوڑھے والدین کی دیکھ بھال کی کوشش میں نکلا ہے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے، اور اگر یہ اپنی ذات کو سوال ومحتاجی سے بچانے کی سعی میں نکلا ہے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے، اور اگر اپنے گھر والوں (کی کفایت) کے لئے محنت کی خاطر نکلا ہے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے، اور (ہاں) اگر تفاخر اور بسیار طلبی کی کوشش میں نکلا ہے تو طاغوت کی راہ میں ہے۔‘‘

مذکورہ احادیث سے جہاں کسب معیشت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، وہیں یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ اپنے اور اہل وعیال کی ضرورت سے زیادہ اس نیت سے کمانا تاکہ عزیز و اقارب، پڑوسیوں اور فقراء ومساکین کی خبر گیری کروں گا، نیز زائد مال اللہ تعالیٰ کے دین کو زندہ کرنے میں لگاؤں گا، مستحب اور مندوب ہے۔ اسی طرح ضروریات زندگی سے زائد کمانا اس صورت میں بھی مباح یعنی درست و جائز ہے جب کہ مقصد اپنی شان وشوکت اور اپنے وقار وتمکنت کی حفاظت ہو البتہ صرف مال ودولت جمع کرکے فخر وتکبر کے اظہار کے لئے زیادہ کمانا حرام ہے اگرچہ حلال ذرائع ہی سے کیوں نہ کمایا جائے۔ (۱۵)

سوئم یہ کہ تاجر اپنی تجارت سے حصول منفعت کے ساتھ ساتھ تمام انسانوں کی عموماً اور مسلمانوں کی خصوصاً، خدمت اور حاجت روائی کی نیت رکھے، تو اس کی تجارت عبادت کی ایک صورت بن جائے گی، کیوں کہ کسی بھی جگہ ضروریات زندگی کی تکمیل سے وابستہ اشیاء کی فراہمی کے لئے تجارت ایک ناگزیر عمل ہے اور اگر یہ نہ ہو تو نظام زندگی کے معطل ہوجانے بلکہ درہم برہم ہوجانے اور بنی نوع انساں کے مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہوجانے کا شدید خدشہ ہے۔ مثلاً اگر کسی جگہ دوا کی دکان نہ ہو تو لوگ کسی کے بیمار ہوجانے پر دوا کی عدم دستیابی کی وجہ سے مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے، اگر کسی جگہ کپڑے کی تجارت نہ ہو تو لوگ کسی میت

(۱۵) مظاہر حق جدید، جلد ۳، صفحہ ۴۲۶

کے کفن یا دیگر انسانی ضروریات کی تکمیل کے لئے پریشان ہوں گے، اسی طرح شہروں میں اگر غلہ اور دیگر اشیائے خوردنی کی تجارت نہ ہو تو لوگوں کے لئے روپیہ پیسہ رہتے ہوئے بھوکوں مرنے کی نوبت آسکتی ہے۔ ان ہی مثالوں پر دیگر کاروبار اور پیشوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے علماء نے ہر جائز پیشے کو فرض کفایہ قرار دیا ہے اور ان سے منسلک ہونے کی ترغیب بھی دی ہے۔ امام غزالیؒ کے مطابق تو بعض محدثین نے حدیث رسولؐ ''اِخْتِلَافُ أُمَّتِي رَحْمَةٌ''، یعنی ''میری امت کا اختلاف رحمت ہے'' کو اسی معنی پر محمول کیا ہے کہ مختلف صنعتوں اور پیشوں کے معاملے میں ان کی پسندوں کا مختلف ہونا رحمت ہے کیوں کہ اگر سب لوگ ایک ہی پیشہ کی طرف متوجہ ہو جائیں یا ایک ہی طرح کی تجارت اختیار کرلیں تو باقی پیشے اور باقی تجارتیں سب معطل ہو کر رہ جائیں گی اور انسانیت پریشانی میں مبتلا ہو جائے گی۔ (۱۶)

اس لئے اپنی صنعت و تجارت میں ان فرائض کفایہ میں سے ایک کو قائم کرنے، انسانیت کو مصیبت و پریشانی سے بچانے اور راحت و آرام پہنچانے کی نیت کرنی چاہیے۔

چہارم، نیت یہ کرے کہ تجارت اس لئے کر رہا ہوں تاکہ اس شعبے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو عملاً زندہ کروں۔

پنجم، نیت یہ بھی کرے کہ بازار میں جاکر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دوں گا اور ایسے کسی موقعے کو ہاتھ سے جانے بھی نہ دے۔

ان نیتوں کے ساتھ ایک بندہ مومن تجارت کے لئے بازار میں جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی اور اس کی تجارت بھی عبادت کی ایک صورت بن جائے گی بس شرط یہ ہے کہ نیتوں میں اخلاص ہو اور تمام کاروباری سرگرمیوں پر اس کے اثرات بھی ہوں۔

(۱۶) إحياء علوم الدين للغزاليؒ، صفحہ ۵۲۸-۵۲۹

16

صبح سویرے تجارت کے لئے جانا

تجارت کے لئے صبح سویرے نکلنا اور اپنی دکان علی الصباح کھولنا بہتر ہے، کیوں کہ اس وقت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی ہے، اس لئے ایسا کرنے سے اموال تجارت میں بھی برکت کی قوی امید ہے۔ حضرت صخر غامدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا'' ''اے اللہ! میری امت کے لئے دن کے ابتدائی حصے میں برکت ڈال دے''۔ آپ کو جب بھی کوئی سریہ (فوجی دستہ) یا لشکر روانہ کرنا ہوتا تو اسے دن کے ابتدائی حصے میں روانہ فرمایا کرتے تھے۔ (عمارہ بن حدیدؓ نے کہا کہ) صخر غامدیؓ ایک تاجر آدمی تھے، وہ اپنے تجارتی کارندوں کو دن کے اول حصے میں روانہ کیا کرتے تھے چنانچہ وہ مال دار ہو گئے تھے اور ان کی دولت بہت بڑھ گئی تھی۔ (۱۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بارے میں بھی اسی قسم کی روایت ہے کہ جب انہوں نے بنی قینقاع کے بازار میں تجارت شروع کی تھی، تو ان کا معمول یہی تھا کہ وہ بازار صبح سویرے چلے جایا کرتے تھے اور تجارت کے کاموں میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ (۱۸) آگے چل کر وہ بہت ہی مال دار ہو گئے تھے اور عرب کے بڑے تجار میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ افسوس کی بات یہ کہ آج ہم غیروں کی طرح دیر رات تک لہو و لعب میں مشغول رہتے ہیں اور صبح کو نماز اور ذکر و تلاوت سے غافل ہو کر سوتے رہتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ صبح کی نماز اور

(۱۷) سنن الترمذيؒ، كتاب البيوع، بابُ مَاجَآءَ فِي التَّبْكِيرِ بِالتِّجَارَةِ، رقم الحديث ۱۲۱۲

(۱۸) صحيح البخاريؒ، كِتَابُ الْمَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ، بَابُ إِخَاءِ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، رقم الحديث ۳۷۸۰

اورادووظائف سے فارغ ہوکر اپنے کاروبار کی طرف نکلیں، گو اس وقت کاروبار نہ ہو جب بھی اس برکت کو حاصل کرنے کی نیت سے اپنے کام پر ضرور جانا چاہیے۔

حرام اشیاء کی خرید وفروخت سے اجتناب کرنا

ایک مسلمان تاجر کو چاہیے کہ وہ خود کو حلال اشیاء کی تجارت تک ہی محدود رکھے، حرام کی طرف قدم نہ بڑھائے، گو مالی منفعت اس میں زیادہ نظر آئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال جب کہ آپؐ مکہ ہی میں مقیم تھے، یہ فرماتے ہوئے سنا: ''إِنَّ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ، وَالْمَيْتَةِ، وَالْخِنْزِيرِ، وَالْأَصْنَامِ'' یعنی ''بے شک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔'' جب آپؐ سے یہ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مردار جانور کی چربی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کیوں کہ اس سے کشتیوں (کے تختوں) کو روغن کیا جاتا ہے، چمڑوں کو نرم (چکنا) کیا جاتا ہے اور لوگ اس سے روشنی کرتے (یعنی چراغ جلاتے) ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''لَا، هُوَ حَرَامٌ'' یعنی ''نہیں، وہ حرام ہے۔'' پھر اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللّٰهَ (عَزَّ وَجَلَّ) لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا، أَجْمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ، فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ'' ۔(۱۹) یعنی ''اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے! جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر جانوروں کی چربی حرام کردی تو انہوں نے اسے پگھلایا، پھر اسے فروخت کر کے اس کی

(۱۹) صحیح مسلمؒ، کِتَابُ الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ، بَابُ تَحْرِيمِ بَيْعِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ، رقم الحديث ۴۰۴۸

قیمت کھائی۔''

اس حدیث پر معمولی غور وفکر سے بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جن اشیاء کی تجارت کو یہاں حرام قرار دیا گیا ہے، وہ سب اسلام میں حرام ہیں، لہٰذا اس حکم کا اطلاق ان اشیاء کی تجارت پر بھی ہوگا جن کا نام یہاں تو نہیں لیا گیا لیکن جن کی حرمت نصوص سے ثابت ہے اور جن کے حرام ہونے پر علماء امت کا اتفاق ہے، مثلاً تمام نشہ آور اشیاء، آلات غنا و مزامیر، حرام ومعصیت کے دھندوں میں استعمال ہونے والے سامان، جھوٹے قصے کہانیوں، عشقیہ شاعری، رومانی ناول وافسانے، فحش لٹریچر اور باطل نظریات پر مبنی کتابیں، عریانیت و فحاشی کو فروغ دینے والی فلمیں اور ویڈیوز، فحش گانوں اور موسیقی کے البم وغیرہ۔ ان تمام بے ہودہ اشیاء کو قرآن کریم نے لَهْوَ الْحَدِيْث سے تعبیر کیا ہے، اور ان کی خرید وفروخت اور استعمال کی سخت مذمت کی ہے، کیوں کہ یہ چیزیں انسان کو دین اور فکر آخرت سے غافل کردیتی ہیں، نیز اس کے اخلاق وکردار کو بھی بری طرح متاثر کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ط أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ ۔(۲۰) (ترجمہ): ''اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خریدتے ہیں کھیل کی (فضول وبیہودہ) باتیں تاکہ وہ (ان کے ذریعے) گمراہ کریں (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے (نتائج کو) بغیر سمجھے بوجھے اور وہ اسے (یعنی دعوت حق کو) ہنسی مذاق ٹھہراتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔''

اسی طرح ایسا لٹریچر اور ایسی فلمیں جو معاشرے میں حسن پرستی، عشق بازی اور فحاشی

(۲۰) القرآن الكريم، سورة لقمٰن: ٦

کوفروغ دینے میں معاون بنیں، ان کی تجارت اور ترویج واشاعت بھی اخروی عذاب کا موجب ہوسکتی ہیں، کیوں کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ﴾ ۔(۲۱) (ترجمہ): ''بے شک جولوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔'' افسوس یہ ہے کہ موجودہ دور میں ایسی اشیاء اور ایسے اسباب ومحرکات کا ایک سیلاب سا امڈ آیا ہے، جو مذکورہ برائیوں کو فروغ دے رہا ہے اور لوگ ان میں ان کے ممکنہ نتائج اور مضمرات سے بے پرواہ ہوکر ملوث ہورہے ہیں، بلکہ انہیں ہنسی مذاق اور تفریح کے طور پر لیتے ہیں لیکن وہی باتیں ان کے دنیوی واخروی خسارے کا سبب بن رہی ہیں۔

خون کی حرمت بھی نص قطعی سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ ..الآية''۔(۲۲) یعنی ''حرام ہے تم پر مردار جانور اور خون''، اس لئے اس کی تجارت بھی درست نہیں گرچہ اضطرار کی حالت میں یعنی کسی کی جان بچانے کے لئے خون کا عطیہ دینا اور قبول کرنا دونوں جائز ہیں بلکہ قیمت دے کر لینا بھی جائز ہے لیکن قیمت وصول کرنے والے کے لئے اس رقم کا استعمال قطعاً جائز نہیں ہوگا کیوں کہ نبی کریم ﷺ سے خون کی قیمت لینے کی ممانعت صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ حضرت ابی جحیفہؓ سے روایت ہے: ''نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَ ثَمَنِ الدَّمِ''۔(۲۳)

---

(۲۱) القرآن الكريم، سورة النور:۱۹

(۲۲) القرآن الكريم، سورة المآئدة:۳

(۲۳) صحيح البخاريؒ، كتاب البيوع، بابُ مُوكِلِ الرِّبَا، رقم الحديث ۲۰۸۶

یعنی ''نبی کریم ﷺ نے کتے کی قیمت اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے۔''

اس لئے خون دینے والے کو چاہیے کہ وہ قیمت لیے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر کسی کی جان بچانے کے لئے خون ہبہ کرے۔ ان شاء اللہ وہ سورۃ المائدۃ کی آیت ۳۲ میں دی گئی اس بشارت کا مستحق گردانا جائے گا کہ جس شخص نے کسی کی جان بچالی تو یہ ایسا ہے گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔ ہاں خون کا عطیہ قبول کرنے والے یا ان کے ولی (سرپرست) کو چاہیے کہ عطیہ کرنے والے کو آمد ورفت کے اخراجات عطا کرے، نیز ان کے کھانے پینے کا نظم کرے اور اگر ممکن ہو تو کچھ تحائف دے کر رخصت کرے تا کہ ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ خون کی قیمت نہیں ہے بلکہ ایک اخلاقی فریضہ ہے۔ اگر یہ نہیں کیا جائے گا تو لوگ اپنے اخراجات پر کسی کو خون دینے جانے کے لئے متردد ہوں گے اور اگر جائیں گے بھی تو انہیں گراں گزرے گا۔

ملی وفلاحی اداروں کو چاہیے کہ وہ ایسے حاجت مندوں بالخصوص مسلمان مریضوں اور ان کے سرپرستوں کو خون کی خرید وفروخت سے بچانے اور اس کی مفت فراہمی کے لئے بلڈ بینک کے قیام پر توجہ دیں کیوں کہ آج کے حالات میں یہ ایک ایسی ضرورت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ جب کوئی انسان حالت اضطرار میں پہنچ جاتا ہے اور ڈاکٹروں کی طرف سے خون کا مطالبہ ہونے لگتا ہے، اس وقت اس مریض یا مریضہ کے متعلقین کو جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا ادراک صرف وہی لوگ کرسکتے ہیں جنہیں ایسے حالات سے سابقہ پڑ چکا ہو۔ ایسے نازک مرحلے میں اگر متعلقہ گروپ کا خون دستیاب نہیں ہوسکا تو جب تک اس گروپ کے آدمی کو تلاش کیا جائے گا اور خون کے گروپ کی تصدیق کی جائے گا، اس مریض یا مریضہ کی جان چلی جائے گی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ بلڈ بینک کا

قیام کیا جائے اور خون عطیہ کرنے کے لئے حالت اضطرار کا انتظار نہ کیا جائے بلکہ ایک صحت مند آدمی طبی اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً خون کا عطیہ دیا کرے تاکہ لوگوں کو ناگہانی اور ہنگامی صورتحال میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے یا خریدنے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔

علماء کرام کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو خون کا عطیہ دینے کی ترغیبیں دیں بلکہ دینی، ملی و فلاحی اداروں کو خاص خاص مواقع جیسے ۱۲ ربیع الاول، یوم عاشورہ (محرم کی دسویں تاریخ)، یوم جمہوریہ اور یوم آزادی وغیرہ پر خون کا عطیہ دینے کے لئے کیمپ لگانے کی راہ سجھائیں۔ ایسا کرنے سے دوسری ملتوں کے درمیان ایک مثبت پیغام جائے گا، حاجت مندوں کی ضرورتیں بھی پوری ہوں گی اور مسلم نوجوانان مذکورہ مواقع پر ہونے والے کئی اقسام کے خرافات سے بھی بچ جائیں گے۔ خون عطیہ کرنے کا کوئی طبی نقصان بھی نہیں ہے بلکہ کئی فوائد ہیں جن میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جسم میں لوہے (Iron) کی مقدار کو متوازن رکھنے میں یہ عمل مددگار ہوتا ہے۔ خون کے سرخ خلیوں (RBC) کو بنانے میں جسم کو لوہے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہی لوہا جب جسم میں ضرورت سے زیادہ ہوجاتا ہے تو دل اور جگر میں جا کر جمع ہوتا ہے اور ان کی کارکردگی کو منفی طور پر متاثر کرتا ہے۔ خون کا عطیہ دیتے رہنے سے اس کی مقدار کے بڑھنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اس عطیہ کے دیگر فوائد بھی ہیں لیکن ان سب کے ذکر کا یہ موزوں محل نہیں ہے بلکہ خون کی تجارت کے تعلق سے ضمنی طور پر مذکورہ باتیں یہاں آگئی ہیں۔

اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے احقر قارئین کی توجہ اس اصول کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے جو زیر بحث ذیلی عنوان کے تحت مذکور حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت ابی جحیفہؓ کی روایات سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کسی چیز کی قیمت حکم کے اعتبار سے اسی

چیز کے تابع ہوتی ہے یعنی اگر کوئی چیز حرام ہوگی تو اس کی قیمت بھی حرام ہوگی اور اگر کوئی چیز حلال ہوگی تو اس کی قیمت بھی حلال ہوگی۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان بھی موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''إِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ إِذَا حَرَّمَ عَلیٰ قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ'' ۔(۲۴)(ترجمہ): ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے جب کسی قوم پر کسی چیز کے کھانے کو حرام کیا ہے، تو ان پر اس کی قیمت لینے کو بھی حرام کردیا ہے۔''

اس اصول کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو تمام طرح کی حرام اشیاء کی تجارت سے بچا جاسکتا ہے۔

تجارت کے ذریعے گناہ اور ظلم وزیادتی کے کاموں میں معاون بننے سے پرہیز کرنا

اسلامی تعلیمات اور تمام طریقے کی تبلیغی واصلاحی جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں آجائے، جہاں برائیاں مفقود ہوں اور نیکیوں کا غلبہ ہوجائے، کسی کی حق تلفی نہ ہو اور ہر شخص سکون وعافیت کی زندگی گزار سکے۔ ایسا معاشرہ تب تک وجود میں نہیں آسکتا جب تک اس کا ہر فرد اس مشن میں ممد ومعاون نہ بنے۔ اس لئے قرآن حکیم نے اس سلسلے میں ایک واضح اصول دیا ہے: ﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ۔(۲۵)(ترجمہ):

---

(۲۴)سنن أبي داؤدؒ، كِتَابُ الْإِجَارَةِ، بَابُ فِي ثَمَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ، رقم الحديث ۳۴۸۸، بروایت عبداللہ بن عباسؓ

(۲۵)القرآن الکریم، سورة المآئدة:۲

"اور نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ اور ظلم (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔" اس اصول کا اطلاق تجارت کے میدان میں بھی ہوتا ہے۔ ایک تاجر کو یہ غور وفکر کرنا چاہیے کہ اس کی تجارت بلاواسطہ یا بالواسطہ گناہ کے فروغ میں مددگار تو نہیں ہو رہی ہے، اور اگر اسے یہ یقین ہو کہ خریدار مجھ سے خریدی ہوئی چیز کا استعمال حرام مقاصد کے لئے کرے گا، تو اس کا اس خریدار کے ساتھ معاملہ کرنا جائز نہیں ہوگا گرچہ حلال اشیاء کا ہی ہو۔ مثلاً انگور بیچنے والے کو اگر یہ یقین ہو جائے کہ خریدار اس کا استعمال شراب بنانے کے لئے کرے گا تو اس کے ساتھ اس کا تجارتی معاملہ کرنا درست نہیں ہوگا۔ حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ حَبَسَ الْعِنَبَ أَيَّامَ الْقِطَافِ، حَتّٰى يَبِيعَهُ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا، فَقَدْ تَقَحَّمَ النَّارَ عَلٰى بَصِيرَةٍ"۔ (۲۶) یعنی جس نے انگور کو اس کے توڑنے کے زمانے میں روک لیا تاکہ اسے شراب کش کو فروخت کرے، تو وہ جانتے بوجھتے آتش دوزخ میں جا گھسا۔

اسی طرح فتنے کے زمانے میں جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں، ہتھیاروں کا فروخت کرنا درست نہیں، کیوں کہ ان کا استعمال کسی مسلمان کے خلاف ہونے کا قوی امکان ہے اور یہ گناہ میں تعاون کی ایک شکل ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت عمران بن حصینؓ کے سلسلے میں یہ تعلیقاً نقل کیا ہے کہ وہ فتنے کے دور میں ہتھیاروں کے فروخت کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: "وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي

(۲۶) بُلُوغُ الْمَرَام مِنْ أَدِلَّةِ الْأَحْكَامِ للحافظ ابن حجر العسقلانيؒ، كتاب البيوع، بَابُ شُرُوطِهِ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ مِنْهُ، رقم الحديث ۷۴۹

الْفِتْنَةِ"۔ (۲۷) یعنی عمران بن حصینؓ نے فتنے کے زمانے میں اسلحے کی فروخت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

حرام کاروبار کے لئے جگہ فراہم کرنے یا فروخت کرنے کا معاملہ بھی اسی طرح ہے کہ اگر یہ علم ہو جائے کہ خریدار اس جگہ کا استعمال غلط اور حرام مقاصد کے لئے کرے گا تو اس کے ساتھ معاہدۂ بیع کرنا درست نہیں ہوگا، اور اگر معاہدے کے وقت اس کی نیت معلوم نہ ہو سکی اور آگے چل کر اس نے اس جگہ کا غلط استعمال شروع کر دیا تو فروخت کرنے والے پر اس کا گناہ نہیں ہوگا۔ دوسرے معاملات کو بھی ان مثالوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

جو چیز اپنی ملکیت اور قبضے میں نہ ہو اس کی بیع سے پرہیز کرنا

جو اشیاء حلال ہیں، ان کی تجارت میں بھی یہ اصول پیش نظر رہنا چاہیے کہ جو چیز اپنے قبضے میں نہ ہو، اس کی بیع سے پرہیز کرے کیوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے: "نَهَانِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أَبِيعَ مَا لَيْسَ عِنْدِي"۔ (۲۸) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے مجھ کو اس سے کہ بیچوں میں وہ چیز جو میرے پاس نہ ہو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حکیم بن حزامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کسی ایسی چیز کو فروخت کرنے کا مطالبہ کرتا ہے جو میرے پاس موجود نہیں ہوتی، تو میں اس

(۲۷) صحيح البخاريؒ، كتاب البيوع، بابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَ غَيْرِهَا، ما قبل رقم الحديث ۲۱۰۰

(۲۸) سنن الترمذيؒ، كتاب البيوع، بَابُ مَاجَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ، رقم الحديث ۱۲۳۵

سے اس کا معاملہ کر لیتا ہوں پھر اس چیز کو اس کے لئے بازار سے خرید لاتا ہوں (اور اس شخص کے حوالے کر دیتا ہوں)، آپؐ نے (یہ سن کر) فرمایا: ''لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ''۔ (۲۹) یعنی تم کسی ایسی چیز کی بیع نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

سنن نسائی کے اسی باب میں جس میں مذکورہ بالا روایت ہے، ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ بَيْعٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ''۔ (۳۰) یعنی آدمی اس چیز کی بیع نہیں کر سکتا جس کا وہ مالک نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے ہی اس سلسلے میں ایک روایت ابن ماجہؒ نے نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں: ''لَا يَحِلُّ بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ''۔ (۳۱) یعنی جو چیز تمہارے پاس موجود نہ ہو اس کا فروخت کرنا تیرے لئے حلال (جائز) نہیں ہے۔

ان احادیث کا تقاضا یہی ہے کہ اس امید پر کہ وہ چیز بازار سے خرید کر گاہک کو فراہم کر دے گا، کسی سے کسی متعین چیز کو متعین قیمت کے حصول کے ساتھ فروخت کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ اس حکم کے پیچھے حکمت یہ ہے کہ اس بات کا امکان ہے کہ وہ سامان بازار میں نہ ملے جس کی قیمت پہلے ہی لے لی گئی ہے، یا اگر مل جائے تو اس کا بھی امکان ہے کہ گاہک سے لی گئی قیمت سے کم یا بہت زیادہ قیمت میں ملے، اور یہ بھی کہ بازار سے خرید لانے کے بعد وہ گاہک کو پسند آئے یا نہ آئے۔ ان سب صورتوں میں تاجر اور گاہک کے مابین

(۲۹) سنن النّسائيؒ، کتاب البیوع، باب بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَ الْبَائِعِ، رقم الحديث ۴۶۱۳

(۳۰) سنن النّسائيؒ، کتاب البیوع، باب بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَ الْبَائِعِ، رقم الحديث ۴۶۱۲

(۳۱) سنن ابن ماجهؒ، کتاب التجارات، باب النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ، وَ عَنْ رِبحِ مَالَمْ يُضْمَنْ، رقم الحديث ۲۱۸۸

اختلاف اور جھگڑے کا قوی امکان ہے۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے اس طرح کی بیع سے منع فرما دیا بلکہ تاجر اگر کوئی سامان خرید بھی چکا ہو مگر وہ اس کے قبضے میں ابھی تک نہ آیا ہو، تو بھی اس کا بیچنا اس کے لئے درست نہیں۔ اس سلسلے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایات موجود ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ أَوْ يَقْبِضَهُ''۔ (۳۲) یعنی جو شخص غلہ خریدے تو اس کو اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک کہ اسے پوری طرح اپنی تحویل یا قبضے میں نہ لے لے۔

اس روایت میں قبضے سے قبل فروخت کرنے کی ممانعت کا حکم گو غلے کے ساتھ مخصوص معلوم ہوتا ہے لیکن مسند احمد کی ایک روایت میں یہ حکم عمومیت کے ساتھ موجود ہے۔ حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فَإِذَا اشْتَرَيْتَ بَيْعًا، فَلَا تَبِعْهُ حَتّٰى تَقْبِضَهُ''۔ (۳۳) یعنی جب تم کوئی چیز خریدو تو اسے اس وقت تک آگے فروخت نہ کرو، جب تک اسے اپنے قبضے میں نہ لے لو۔

امام طبرانیؒ نے حضرت حکیم بن حزامؓ سے ہی اس طرح روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ میں ایک غیر معمولی کاروباری آدمی ہوں تو میرے لئے کون سی چیز حلال ہے اور کون سی چیز حرام ہے؟ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''لَا تَبِيعَنَّ شَيْئًا حَتّٰى تَقْبِضَهُ''۔ (۳۴) یعنی کسی بھی چیز کو اس وقت تک فروخت نہ کرو، جب تک

(۳۲) صحيح البخاريؒ، کتاب البیوع، بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، وَ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ، رقم الحديث ۲۱۳۶

(۳۳) مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ، دارالسلام، رقم الحديث ۱۵۳۱۶

(۳۴) معجم الکبير للطبرانیؒ، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ، طبع دوم، ۱۹۸۳ء، جلد ۳، رقم الحديث ۳۱۰۸

اسے اپنے قبضے میں نہ لے لو۔

امام ابوداؤدؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے ایک ایسی روایت نقل کی ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خریدی ہوئی منقولہ شے (یعنی وہ چیز جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جا سکے) پر صرف قبضہ کافی نہیں بلکہ جب تک اسے خریدنے کی جگہ سے منتقل کر کے اپنے ٹھکانے پر نہ لے آئے، اس وقت تک اسے فروخت کرنا درست نہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ان کا خریدا ہوا تیل بازار میں اسی جگہ فروخت کرنے سے یہ کہہ کر روکا: "لَا تَبِعْهُ حَيْثُ ابْتَعْتَهُ حَتّٰى تَحُوزَهُ إِلٰى رَحْلِكَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى أَنْ تُبَاعَ السِّلَعُ حَيْثُ تُبْتَاعُ حَتّٰى يَحُوزَهَا التُّجَّارُ إِلٰى رِحَالِهِمْ"۔(۳۵) یعنی اسے فروخت نہ کرو جہاں پر تم نے خریدا ہے حتی کہ تم اسے اپنے ٹھکانے پر لے جاؤ، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودے کو اسی جگہ بیچنے سے منع فرمایا ہے جہاں اسے خریدا جاتا ہو حتی کہ تجار اسے اپنے ٹھکانوں کی طرف لے جائیں۔

یہاں یہ سوال کسی کے بھی ذہن میں آ سکتا ہے کہ آخر اس حکم کہ قبضے اور منتقلی سے پہلے خریدی ہوئی منقولہ اشیاء کو نہ بیچا جائے کے پیچھے کیا حکمت ہے؟ تو اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ کہی جا سکتی ہے کہ یہ ایک طرح سے کرنسی کے بدلے زائد کرنسی کی بیع ہے (جو کہ سود کے زمرے میں شامل ہونے کی وجہ سے شریعت میں درست نہیں) کیوں کہ اس میں دوسرے تاجر کی عملی طور پر کوئی خدمت شامل نہیں ہوئی، اس وجہ سے کہ سامان وہیں کا وہیں پڑا ہوا ہے۔ یہی وجہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت طاؤسؒ کے مذکورہ نوعیت کے سوال پر بتائی تھی جسے امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔ آپؓ نے فرمایا: "ذَاكَ دَرَاهِمُ

(۳۵) سنن أبي داؤدؒ، كتاب الإجارة، باب فِي بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُسْتَوْفٰى، رقم الحديث ۳۴۹۹

بِدَرَاهِمَ، وَالطَّعَامُ مُرْجًأ"۔(۳۶) یعنی یہ تو دراہم (یا روپے) کا دراہم (روپیوں) کے بدلے بیچنا ہوا اور غلہ تو بعد میں دیا جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ پہلا تاجر جب یہ دیکھے گا کہ دوسرا بغیر کسی محنت کے بہت زیادہ نفع حاصل کر رہا ہے، تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیوں نہیں وہ پہلی بیع کو فسخ کر کے تیسرے شخص سے براہ راست زیادہ قیمت پر معاملہ کر لے؟ اس طرح وہ قبضہ نہ دینے اور پہلی بیع کو فسخ کرنے کے حیلے بہانے بنا سکتا ہے جس سے آپس میں جھگڑے کی نوبت آ سکتی ہے۔ اور اگر وہ قبضہ دے بھی دے تو اس زائد نفع سے محرومی کا احساس اسے ستائے گا۔ تیسری بات یہ ہے کہ ایسا کرنے میں باربرداری کے شعبے سے وابستہ مزدوروں کے روزگار کے متاثر ہونے کا بھی قوی امکان ہے جس سے حفاظت مقصود ہے۔ چوتھی بات یہ کہ قبضے میں لئے بغیر آگے فروخت کرنے کا یہ سلسلہ اگر یوں ہی چلتا رہا، جیسا کہ کسی صنعت و حرفت کی کمپنی سے نکلنے والی مصنوعات یا درآمدات کے ذریعہ بازار میں آنے والی اشیاء کے ساتھ اکثر دیکھنے کو ملتا ہے، تو اصل صارف (Consumer) تک پہنچتے پہنچتے متعلقہ شے کی قیمت بڑھ کر کہیں سے کہیں پہنچ جائے گی کیوں کہ بیچ کا ہر تاجر کچھ نہ کچھ نفع پر ہی اگلے تاجر کو سامان فروخت کرے گا۔ اس عمل کے نتیجے میں سب سے زیادہ مالی نقصان تو اصل صارف کو ہی برداشت کرنا پڑے گا جو کہ ایک عام آدمی ہے۔ اس لئے عام لوگوں کو سستی قیمت پر اشیاء کی فراہمی کو یقینی بنانے کی حکمت عملی کے زاویے سے بھی یہ ایک اہم ہدایت ہے کہ قبضے میں لئے بغیر کسی سامان کو آگے فروخت کرنے کا سلسلہ قائم نہ کیا جائے۔

تاہم، اس مسئلے پر فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے؛ امام مالکؒ کے نزدیک

(۳۶) صحيح البخاريؒ، كتاب البيوع، بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ، رقم الحديث ۲۱۳۲

قبضے سے پہلے صرف غلے کا فروخت کرنا جائز نہیں، باقی تمام اشیاء کا بیچنا جائز ہے۔امام ابوحنیفہؒ اور امام یوسفؒ کے نزدیک اشیائے منقولہ (Movable Commodities) میں سے کسی بھی چیز کا قبضے سے قبل بیچنا جائز نہیں لیکن عقار یعنی اشیائے غیر منقولہ (Immovable Commodities) جیسے زمین، مکان، باغ وغیرہ کا بیچنا جائز ہے۔ امام احمدؒ کا بھی بظاہر یہی مسلک ہے۔ امام شافعیؒ اور حنفیہ میں سے امام محمدؒ کے نزدیک کسی بھی چیز کو خواہ وہ غلہ ہو یا اشیائے منقولہ میں سے کوئی اور چیز ہو یا پھر زمین ہو، خریدنے کے بعد قبضے سے قبل فروخت کرنا درست نہیں۔ (۳۷)

امام بخاریؒ نے اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے: ''أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ'' یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا تھا، وہ اس غلے کی بیع تھی جس پر ابھی قبضہ نہ کیا گیا ہو۔ پھر ابن عباسؓ نے فرمایا: ''وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ'' ۔(۳۸) یعنی میرا گمان یہ ہے کہ اس سلسلے میں ہر چیز اسی (غلہ) کی مانند ہے۔

گویا انہوں نے بھی اس مسئلے میں غلے پر ہی غیر غلے کو قیاس کیا اور کسی بھی چیز کو خریدنے کے بعد قبضے سے پہلے بیچنے کو صحیح نہیں ٹھہرایا اور اسی رائے کو امام شافعیؒ اور امام محمدؒ نے اختیار کیا ہے جس کی مطابقت حضرت حکیم بن حزامؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کی روایات سے بھی ہوگئی۔ رہی یہ بات کہ واضح نصوص یعنی حضرت حکیم بن حزامؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کی

(۳۷) مظاہر حق جدید، جلد ۳، صفحہ ۴۹۶

(۳۸) صحیح البخاريؒ، کتاب البیوع، بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ، وَ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ، رقم الحدیث ۲۱۳۵

روایات کی موجودگی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو قیاس کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عین ممکن ہے کہ ان تک اس وقت تک یہ نصوص نہ پہنچے ہوں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ حکم اس وقت تک نہ پہنچا تھا جب حضرت زید بن ثابتؓ نے ان کے تیل کی تجارت میں مداخلت کی۔ اسی خدشے کا اظہار علامہ شوکانیؒ نے اس مسئلے کی بحث میں نیل الاوطار میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''استعملَ ابنُ عبَّاسٍ القياسَ، و لعلَّهُ لم يبلغهُ النَّصُّ المقتضي لكونِ سائرِ الأشياءِ كالطَّعامِ كما سلف''۔(۳۹) یعنی ابن عباسؓ نے قیاس کا استعمال کیا اور یہ شاید اس وجہ سے ہو کہ ان تک ضروری نصوص نہ پہنچے ہوں کہ سودے میں تمام اشیاء غلے کی مانند ہیں۔

اس لئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ایک مسلمان تاجر کوئی بھی چیز کو اس نے اسے خرید لیا ہو، اپنے قبضے میں آنے سے قبل کسی سے فروخت نہ کرے۔

تجارتی معاملات باہمی رضامندی سے طے کرنا

بیع و شراء کے انعقاد کے بنیادی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ معاملہ بائع (Seller) اور مشتری (Purchaser) کی باہمی رضامندی سے طے کیا جائے؛ بیچنے والا اپنے اختیار سے اپنی چیز بیچے اور خریدنے والا بھی اپنے اختیار اور خوشنودی سے اسے خریدے، اگر کسی جانب سے بھی دوسرے فریق کو مجبور کر کے معاملہ کرایا گیا، جب کہ وہ دل سے اس پر راضی نہ تھا، تو یہ بیع درست نہیں ہوگی بلکہ منعقد ہی نہیں ہوگی کیوں کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ

(۳۹) نیل الأوطار من أسرار منتقى الأخبار، دار ابن القیم، ریاض، ۲۰۰۵ء، جلد ۶، صفحہ ۴۶۵، کتاب البیوع، بَابُ نَهْيِ الْمُشْتَرِي عَنْ بَيْعِ مَا اشْتَرَاهُ قَبْلَ قَبْضِهِ

مِّنكُمْ ..الآية ﴾۔(۴۰)(ترجمہ):''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، الا یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے)۔''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے:''إِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاضٍ''۔(۴۱) یعنی بیع (فریقین کی) باہمی رضامندی سے ہی ہوتی ہے۔

آپ ؐکا یہ بھی فرمان ہے:''لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ أَنْ يَأْخُذَ عَصَا أَخِيهِ بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ''۔(۴۲) یعنی کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کا عصا بھی اس کی خوشنودی ورضامندی کے بغیر لے۔

یہ حدیث اس معاملے میں یعنی بغیر رضامندی کے کسی بھائی کی کوئی چیز لینے کی حرمت کی شدت کو واضح کررہی ہے، جسے سمجھنا کوئی مشکل امر نہیں، کہ لاٹھی جیسی معمولی چیز بھی جب کسی سے بغیر اس کی رضامندی کے لینا حلال نہیں، تو دوسری اہم چیزیں کیسے حلال ہوسکتی ہیں؟ وہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہوں گی۔اس لئے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ خرید وفروخت کے ہر معاملے میں اس بنیادی اصول کا لحاظ رکھے بصورت دیگر وہ دوسرے کا مال باطل طریقے سے ہڑپ کرلینے والوں یا کھانے والوں میں شمار کیا جائے گا۔

یہاں یہ واضح کردینا بھی مناسب ہے کہ یہ رضامندی حقیقی ہونی چاہیے، رسمی اور مصنوعی نہیں۔ نہ اس میں جبر کا پہلو شامل ہو جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا، نہ غلط تاثرات

(۴۰)القرآن الکریم،سورۃ النّسآء:۲۹

(۴۱)سنن ابن ماجہؒ ، کتاب التجارات،بابُ بَيْعِ الْخِيَارِ، رقم الحدیث ۲۱۸۵، بروایت ابوسعید خدریؓ

(۴۲)الإحسان في تقريب صحيح ابن حبّان بترتيب ابن بلبانؒ ، کتاب الجنايات ،بابُ ذِكْرُ الْخَبَرِ الدَّالِّ عَلٰى أَنَّ قَوْلَهُ ﷺ: إِنَّ أَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ أَرَادَ بِهٖ بَعْضَ الْأَمْوَالِ لَا الْكُلَّ،رقم الحدیث ۵۹۷۸، بروایت ابوحمید ساعدیؓ

اس کی بنیاد بنیں اور نہ ہی دھوکہ اور فریب کہ متعلقہ چیز کی حقیقت یا بازار میں اس کی اصل قیمت سے دوسرے فریق کو اندھیرے میں رکھا گیا ہو۔اگر ان حربوں سے رضامندی حاصل کی گئی ہو تو شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں اور متاثرہ فریق کو بیع منسوخ کرنے کا اختیار ہوگا۔اسی طرح اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری اور بے بسی کے عالم میں اپنی کوئی چیز بیچ رہا ہو، تو اسے بازار کی در (Rate) یا مروجہ در سے بہت کم پر خریدنا، اگرچہ وہ اس پر بظاہر راضی بھی ہو، درست نہیں کیوں کہ یہ بات یقینی ہے مجبور شخص خوش دلی سے غیر معمولی کم در پر اپنی چیز بیچنے کو تیار نہیں ہوتا جب کہ شارع کی منشاء قلبی خوشی کے موجود ہونے کی ہے۔ہاں اس سلسلے میں معمولی کمی بیشی کا اعتبار نہیں، البتہ ہمارے دیار میں مجبور شخص کا سامان انتہائی کم قیمت پر خریدنے کی جو روش دیکھنے کو ملتی ہے، وہ یقیناً ناپسندیدہ اور اصلاح طلب ہے کیوں کہ یہ انسانی خیر خواہی کے جذبے اور دین کی اصل روح (Spirit) کے خلاف ہے۔

خریدار کو صحیح مشورہ دینا

تجارت میں بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ گاہک اپنی کم علمی یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے کسی چیز کی نوعیت یا خاصیت کو از خود سمجھ نہیں پاتا اور دکان دار یا تاجر سے ہی مشورہ طلب کرتا ہے، ایسی صورت میں تاجر کو چاہیے کہ اس کو مناسب مشورہ دے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:''اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ''۔(۴۳)''جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہے''۔یعنی اسے امانت داری کا لحاظ کرتے ہوئے صحیح اور مفید مشورہ دینا چاہیے اور جس طرح امانت میں خیانت جائز نہیں، اسی طرح کسی کو غلط مشورہ دینا بھی جائز نہیں، کیوں کہ یہ بھی دھوکا دہی کی ہی ایک صورت ہے کہ ایک شخص نے آپ پر بھروسہ کیا اور آپ نے اسے گمراہ کردیا۔اس طرح کا رویہ اختیار کرنا ایک مومن کے شایان شان نہیں۔اس لئے تاجر

(۴۳)سنن ابن ماجہؒ،ابواب الادب، بابُ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ،رقم الحدیث ۳۷۴۵، بروایت ابوہریرہؓ

کو چاہیے کہ محض ذاتی فوائد کے پیشِ نظر خریدار کو غلط مشورے نہ دے، اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر بھروسہ رکھے، جو رزق اس کے مقدر میں ہوگا وہ ضرور مل کر رہے گا اور اس کے اس عمل سے خریدار کا اس پر اعتماد قائم ہوجائے گا، جو انجام کار اس کے لئے ہی مفید ثابت ہوگا۔

قیمت متعین کرنا اور اسے مجہول نہ رکھنا

بیع کے منعقد ہونے کی بنیادی شرائط میں سے یہ ہے کہ مبیع، یعنی فروخت ہونے والی چیز اور ثمن، یعنی قیمت، دونوں معلوم اور معیّن ہوں، نیز فریقین باہمی رضامندی سے ان کے تبادلے پر راضی ہوں۔ مجہول (Unknown) اور غیر معین (Indeterminate) ثمن کے ساتھ بیع صحیح نہیں ہوتی، کیوں کہ فقہاء نے بیع کی تعریف ہی یہی کی ہے کہ یہ باہمی رضامندی کے ساتھ مال کے عوض مال کا تبادلہ ہے یا ملکیت کی منتقلی ہے۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر العسقلانیؒ (۱۳۷۲-۱۴۴۹ء) نے بیع کی تعریف یوں کی ہے: "والبیعُ نقلُ مِلکٍ إلی الغیر بثمنٍ"۔(۴۴) یعنی بیع (کا مطلب) قیمت کے عوض کسی چیز کی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل کرنا ہے۔

گزشتہ صدی کے مشہور و معروف فقیہ السید سابق مصریؒ (۱۹۱۵-۲۰۰۰ء) اپنی مایہ ناز تصنیف "فقه السنة" میں، جس کی تألیف پر انہیں سنہ ۱۹۹۴ء میں شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا، بیع کی تعریف میں یوں رقمطراز ہیں: "و یراد بالبیع شرعًا؛ مبادلة مال بمال علی سبیل التراضي، أو نقل ملک بعوض علی الوجه المأذون فیه"۔(۴۵) یعنی شرعًا بیع سے مراد باہمی رضامندی کے راستے سے مال کا مال کے عوض تبادلہ یا ماذون

(۴۴) فتح الباری للحافظ ابن حجر العسقلانیؒ، دارالرسالة العالمية، دمشق ۲۰۱۳ء، جلد ۷، صفحہ ۵
(۴۵) فقه السنة، تألیف السید سابق، دارالحدیث، القاہرہ ۲۰۰۴ء، صفحہ ۸۹۸

(جس کی شریعت نے اجازت دی ہے) طریقے پر کسی عوض کے بدلے مِلک کا دوسرے کے نام انتقال ہے۔

اس لئے یہ ضروری ہے کہ فروخت ہونے والی چیز کی قیمت متعین کی جائے جو فریقین کے علم میں بھی آجائے، خواہ وہ معاملہ نقد ہو یا ادھار کا اور سامان کی قیمت متعین کئے بغیر کوئی بھی تجارتی معاملہ نہ کیا جائے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپسی تعلقات کی وجہ سے سامان فروخت کرنے والا خریدنے والے سے یہ کہتا ہے کہ آپ یہ سامان لے جائیں اور بازار میں جو قیمت رائج ہے یا جس قیمت پر لوگ اسے فروخت کر رہے ہیں، وہ مجھے آپ ادا کردیں گے جب کہ بازار میں رائج قیمت کا فریقین کو علم نہیں ہوتا۔ اس صورت میں قیمت کے مجہول رہنے کی وجہ سے بیع درست نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں کہ جو قیمت آپ کو پسند ہو وہ دے دینا، کیوں کہ یہ عین ممکن ہے کہ جو قیمت خریدار اپنی پسند سے دے، وہ فروخت کرنے والے کی توقع سے کم ہو، جو اس کی دل شکنی کا باعث بنے اور باہمی نزاع (Dispute) کی کوئی صورت پیدا کردے۔ اس لئے ہر حال میں سامان کی قیمت طے کرکے ہی خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کرنا چاہیے اور اس حکم کے پیچھے حکمت یہی ہے کہ آگے چل کر آپس میں جھگڑے کا کوئی اندیشہ اور امکان باقی نہ رہے۔ ہاں یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ قیمت مروجہ کرنسی میں ہی طے ہو بلکہ ہر وہ چیز جو شریعت کی نظر میں جائز ہو اور معاشرے میں اس کا بطور معاوضہ قبول کیا جانا رائج (Prevalent) ہو، قیمت بننے کی اہل ہے۔

ادھار معاملات کو ضبطِ تحریر میں لانا

یہ بھی اسلامی اصول میں سے ہے کہ خرید و فروخت کا معاملہ اگر ادھار پر مبنی ہو تو اسے ضبطِ تحریر میں لانا چاہیے۔ ایسی صورت میں قیمت کے ساتھ ادائیگی کی مدت اور اس کی

صورت وترکیب کا بھی طے کیا جانا ضروری ہے، مثلاً یہ کہ ادائیگی یکمشت ہوگی یا قسطوں میں، اور اگر قسطوں میں ہوگی تو کتنی قسطوں میں ہوگی وغیرہ۔ ان سب باتوں کو تحریر کے تحت لانا چاہیے، تاکہ آگے چل کر کسی بھی فریق کی بھول چوک سے، جس کا وقت گزرنے کے ساتھ امکان رہتا ہے، کسی قسم کی غلط فہمی اور اختلاف کی راہ نہ ہموار ہو۔ یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں اس کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ﴾۔(۴۶)

(ترجمہ): ”اے ایمان والو! جب تم معینہ میعاد کے لئے ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔“

آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰٓی اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَرْتَابُوْٓا﴾۔(۴۷)(ترجمہ): ”اور جو معاملہ اپنی میعاد سے وابستہ ہو، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اسے لکھنے میں کاہلی نہ کرو، یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے اور گواہی کو درست رکھنے کا بہتر ذریعہ ہے، اور اس بات کی قریبی ضمانت ہے کہ تم آئندہ شک میں نہیں پڑو گے۔“

اس لئے اس طرح کے معاملات کو ضرور دستاویزی شکل دینی چاہیے۔ اس کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ فریقین میں سے اگر کسی کا بھی انتقال ہوجائے، تو ان کے ورثا کے لئے حق کی ادائیگی یا وصولی دونوں ہی میں یہ دستاویز معاون ثابت ہوگی۔ بدقسمتی سے ہمارے دیار

(۴۶) القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ:۲۸۲

(۴۷) القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ:۲۸۲

میں عام طور پر لوگ اس طرح کی تحریر کو باہمی اعتماد اور تعلقات کی نزاکتوں کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس سلسلے میں کوتاہی برتتے ہیں، جو بسا اوقات آگے چل کر نسیان یا غلط فہمی کے باعث باہمی نزاع کا سبب بن جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اعتماد بھی مجروح ہوجاتا ہے اور تعلقات بھی خراب ہوجاتے ہیں۔ کبھی کبھی تو کیس اور مقدمے بازی تک کی نوبت آجاتی ہے۔ اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی حکمت کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور سماجی اقدار کے خود ساختہ معیار قائم کرکے اس سلسلے میں کوتاہی نہیں برتنی چاہیے۔

ساتھ ہی فریقین کو چاہیے کہ وہ معاہدۂ بیع (Deed of Sale) کی پابندی کریں، فروخت کنندہ میعاد معین سے پہلے ادائیگی کا مطالبہ نہ کرے اور خریدار اس سے تاخیر نہ کرے اور نہ ہی ٹال مٹول کا رویہ اختیار کرے بلکہ حسن ادائیگی کی صورت اختیار کرے۔ قرض کی ادائیگی پر قادر ہوتے ہوئے بھی ٹال مٹول کا رویہ اختیار کرنا ظلم ہے، اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے اور اگر کسی معقول وجہ سے خریدار وقت پر ادھار کی رقم ادا نہ کرسکے تو تاجر کو خریدار سے نرمی کا رویہ اختیار کرنا چاہیے، اسے مہلت دینی چاہیے اور جرمانہ وصول نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ یہ سود کے زمرے میں داخل ہوجائے گا۔

کم منافع پر اکتفا کرنا

مسلمان تاجروں کو چاہیے کہ وہ کم منافع (Profit) پر اکتفا کی روش اختیار کریں اور اپنی تجارت میں جذبۂ احسان کو پیش نظر رکھیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ ..الآیه﴾۔(۴۸)”بے شک اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا

(۴۸) القرآن الکریم، سورۃ النحل:۹۰

ہے''،اورفرمایا:﴿اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾ ۔(۴۹)''بے شک اللّٰہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔''اس لئے ضرورت مند خریدار اگر اپنی ضرورت شدیدہ کے تحت زیادہ نفع دینے پر بھی تیار ہو، تو بھی جذبہ احسان کا تقاضا یہ ہے کہ زیادہ نفع نہ لے۔کم نفع لے کر زیادہ مال فروخت کرنا ایک ایسی پالیسی ہے جس سے تجارت کافی اوپر اٹھ جاتی ہے۔سلف صالحین کی عادت مبارکہ بھی یہی تھی کہ کم نفع پر زیادہ مال فروخت کرنے کو، زیادہ نفع حاصل کرنے کے انتظار سے زیادہ مبارک سمجھتے تھے۔حضرت علیؓ کوفہ کے بازار میں چکر لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو! تھوڑے نفع کو نہ ٹھکراؤ کہ زیادہ نفع سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے جن کا ذکر اوپر گزرا، ایک بار لوگوں نے پوچھا کہ آپ کس طرح اتنے دولت مند ہوگئے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے تھوڑے نفع کو بھی کبھی رد نہیں کیا۔جس نے بھی مجھ سے کوئی جانور خریدنا چاہا میں نے اسے روک کر نہ رکھا بلکہ فروخت کر دیا۔ایک دن ایک ہزار اونٹ اصل قیمت خرید پر فروخت کر دئے اور بجز ہزار رسیوں کے کچھ نفع حاصل نہ کیا۔پھر ہر ایک رسّی ایک ایک درہم کے عوض فروخت کی اور اونٹوں کے اس دن کے چارے کی قیمت ایک ہزار درہم میرے ذمے سے ساقط ہوگئی، اس طرح دو ہزار درہم کا مجھے منافع حاصل ہوا۔(۵۰)

یہ ہے تجارت میں ترقی کا راز! لیکن اس سلسلے میں ہمارے یہاں بڑی بے صبری پائی جاتی ہے۔ہم چند دنوں میں ہی لاکھ پتی اور کروڑ پتی بن جانا چاہتے ہیں، جس کا نقصان سامنے آکر رہتا ہے جب کہ بعض دوسری قوموں نے اس پالیسی کو اپنا لیا ہے اور وہ اس کا

(۴۹)القرآن الکریم،سورۃ الأعراف:۵۶

(۵۰) کیمیای سعادت،صفحہ ۲۸۰

27

خوب پھل کھا رہے ہیں۔

یہاں یہ واضح کر دینا بھی مناسب ہے کہ اگرچہ تاجر کو اپنی چیزوں کا نرخ (Rate) مقرر کرنے کا حق ہے اور فطری اصول وضوابط کے تحت قیمتوں میں اضافہ کرنا بھی درست ہے، لیکن اتنا اضافہ جو غیر معمولی، غیر فطری، غیر مناسب اور غیر منصفانہ ہو اور جس سے صارفین (Consumers) کے استحصال کی صورت پیدا ہوتی ہو، درست نہیں۔ایسی صورت میں حکومت وقت کو اشیاء کی قیمتوں پر کنٹرول کرنے کی حکمت عملی اپنانی چاہیے اور عوام کو تاجروں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رقمطراز ہیں: ''فَاِن رُؤِی منهم جورٌ ظاهر، لا یَشُکُّ فیه الناس، جاز تغییرُه، فإنه من الإفساد في الأرض.''۔(۵۱)(ترجمہ):''اگر ان (تاجروں) کی طرف سے (قیمتوں کے تعین میں) کھلا ظلم دکھائی دے، جس میں لوگ شک نہ کریں، تو ان (قیمتوں) میں تبدیلی (یعنی کنٹرول) جائز ہے کیوں کہ یہ (غیر مناسب بھاؤ بڑھا دینا) فساد فی الارض ہے۔''

مذکورہ عبارت کی تشریح میں مولانا سعید احمد پالن پوریؒ لکھتے ہیں: ''اگر تاجروں کی طرف سے عام صارفین پر زیادتی ہو رہی ہو، اور زیادتی ایسی واضح ہو کہ اس میں کوئی شک نہ ہو، تو قیمتوں پر کنٹرول کیا جا سکتا ہے کیونکہ ایسے وقت بھی تاجروں کو ظالمانہ نفع اندوزی کی چھوٹ دینا اللہ کی مخلوق کو تباہ کرنا ہے۔''(۵۲)

اس لئے تاجروں کو چاہیے کہ وہ قیمتوں کے تعلق سے بازار میں ایسی نامناسب صورت حال پیدا نہ کریں جو عوام کے لئے پریشانی کا باعث ہو اور حکومت وقت کے لئے مداخلت کا جواز فراہم کرے۔

(۵۱)حجّة الله البالغة، دار احیاء العلوم، بیروت،۱۹۹۰ء،جلد۲،صفحہ۳۰۱

(۵۲)رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغہ، مکتبہ حجاز، دیوبند،۲۰۰۳ء،جلد۴،صفحہ۵۹۸

دھوکا دہی سے پرہیز کرنا

تاجر کو چاہیے کہ خریدار کو کسی قسم کا دھوکا نہ دے کیوں کہ یہ خدمت اور حاجت روائی کے جذبہ کے خلاف تو ہے ہی، دیانت داری کے بھی خلاف ہے۔اس لئے اگر اس کے سامان میں کسی قسم کا عیب ہو تو اس کو نہ چھپائے بلکہ سچائی کے ساتھ بیان کردے، اگر چھپائے گا تو خیانت اور ظلم کا مرتکب ہوگا اور ایسی صورت میں خریدار کو شریعت کی رو سے یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ تاجر کو عیب دار مال واپس کردے اور اپنی رقم لے لے۔حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ أَخِيهِ بَيْعًا، فِيهِ عَيْبٌ، إِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ"۔(۵۳)(ترجمہ):"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی ایسی چیز فروخت کرے جس میں کوئی عیب ہو، الا یہ کہ اس کے سامنے اس (عیب) کو ظاہر کردے۔"

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ غیر مسلموں کو دھوکا دینا جائز ہے؟ یہاں مسلمان کا ذکر خصوصاً اس لئے فرمایا کہ مسلمان گاہک کے ایک مسلمان تاجر پر دو حقوق عائد ہوتے ہیں؛ ایک گاہک ہونے کی حیثیت سے اور دوسرا مسلمان ہونے کی حیثیت سے، اس لئے اس کو دھوکا دینا بہ نسبت ایک غیر مسلم گاہک کو دھوکا دینے کے زیادہ برا ہے کیوں کہ یہاں دو حقوق کی تلفی ہے ورنہ خیانت اور ظلم کسی کے ساتھ بھی روا نہیں۔ چنانچہ روایتوں میں بلا کسی تخصیص کے بھی اس عمل پر نکیر موجود ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل روایت کو ملاحظہ کیجئے:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بازار میں) غلے کی

(۵۳)سنن ابن ماجہؒ، کتاب التجارات، مَنْ بَاعَ عَيْبًا فَلْيُبَيِّنْهُ، رقم الحدیث ۲۲۴۶

ایک ڈھیری کے پاس سے گزرے، آپؐ نے اپنا ہاتھ اس کے اندر داخل کردیا تو آپؐ کی انگلیوں نے گیلا پن محسوس کیا۔ پس آپؐ نے فرمایا: اے غلے کے مالک! یہ کیا ہے (یعنی یہ تری اور نمی کیسی ہے)؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس پر بارش کی بوندیں پڑ گئی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: تو تم نے اس (بھیگے ہوئے غلے) کو ڈھیری کے اوپر کیوں نہیں کردیا تا کہ لوگ اسے دیکھ سکتے؟ پھر آپؐ نے فرمایا:"مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي"۔(۵۴)یعنی (یاد رکھو!) جو شخص دھوکے بازی کرے وہ مجھ سے نہیں (یعنی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں)۔

امام سلیمان بن احمد طبرانیؒ نے اس روایت کے آخری اور کلیدی فقرے کو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے چند الفاظ کے اضافے کے ساتھ اس طرح روایت کیا ہے:"مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِي النَّارِ"۔(۵۵) یعنی جو شخص دھوکے بازی کرے وہ مجھ سے نہیں اور دغا بازی اور فریب کا انجام جہنم ہے۔

لہٰذا ایک مسلمان تاجر کو چاہیے کہ وہ چند سکّوں کی خاطر اپنی آخرت کو داؤ پر نہ لگائے اور یہ یقین رکھے کہ چال بازی سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ الٹا مال سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ ایسے شخص کی خیانت دھیرے دھیرے لوگوں میں مشہور ہوجاتی ہے اور گاہک اس سے گریز کرنے لگتے ہیں جس کے نتیجے میں اس کا کاروبار بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اس لئے بجائے دھوکا دینے کے دیانت داری کے ذریعے گاہکوں کو اپنے اعتماد میں لینے کی سعی کرنی چاہیے اور سامان میں اگر کوئی عیب ہو تو اسے واضح کردینا چاہیے تا کہ ان کو یہ یقین اور اطمینان ہوجائے کہ آپ انہیں کبھی دھوکا نہیں دے سکتے۔ بعض تاجر اپنے سامان کا نقص ظاہر نہیں کرتے بلکہ

(۵۴)صحیح مسلمؒ، کتاب الایمان، باب قولِ النبی ﷺ: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا، رقم الحدیث ۲۸۴

(۵۵)المعجم الکبیر للطبرانیؒ، رقم الحدیث ۱۰۲۳۴

خریدار سے ہی یہ کہتے ہیں کہ آپ خود اچھی طرح دیکھ لیں، اگر بعد میں کوئی نقص نکلا تو ہم ذمے دار نہیں ہوں گے حالانکہ یہ ان کے علم میں ہوتا ہے کہ سامان میں کس قسم کا نقص ہے۔ یہ طریقہ بھی خلاف شریعت ہے کیوں کہ شارع نے عیب کو ظاہر کرنے کی ذمے داری تاجر پر ڈالی ہے، جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کردہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت سے واضح ہے۔ ساتھ ہی تجارت کا نفع صرف اس شخص کے لئے جائز بتایا گیا ہے جو سامان کے بے عیب اور کارآمد ہونے کی ضمانت (Guarantee) دے، جو شخص یہ ذمے داری نہیں لے سکتا اس کے لئے اس چیز کا منافع درست نہیں۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: ”وَلا رِبحُ مَالَم یُضمَنُ“۔ (۵۶) یعنی حلال نہیں نفع اس کا جس کا وہ (تاجر) ضامن نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک غلام یا لونڈی کی بیع میں ایک خریدار کو تحریری ضمانت کا دیا جانا حدیث کی کتابوں میں منقول ہے۔ یہ خریدار حضرت عداء بن خالدؓ تھے جن کو یہ تحریر لکھ کردی گئی تھی: ”هٰذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، اشْتَرَى مِنْهُ عَبْدًا أَوْ أَمَةً، لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خِبْثَةَ، بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ“۔ (۵۷) (ترجمہ): ”یہ بیع نامہ ہے ایک ایسی چیز کا جو عداء بن خالد بن ھوذہ نے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خریدی ہے، انہوں نے آپؐ سے ایک ایسا غلام یا لونڈی خریدی ہے جس میں نہ تو کوئی بیماری ہے، نہ بھگوڑا پن اور نہ ہی کوئی (اور) خباثت (یعنی اخلاقی برائی)، یہ ایک مسلمان کی مسلمان کے ساتھ بیع ہے۔“

---

(۵۶) سنن الترمذيؒ، كتاب البيوع، بَابُ مَاجَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ مَا لَيسَ عِنْدَكَ، رقم الحديث ۱۲۳۴، بروایت عبداللہ بن عمروؓ

(۵۷) سنن الترمذيؒ، كتاب البيوع، بَابُ مَاجَآءَ فِي كِتَابَةِ الشُّرُوطِ، رقم الحديث ۱۲۱۶، بروایت عداء بن خالدؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قسم کی تحریر لکھ کر دینا امت کی تعلیم کے لئے ہی تھا ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کون ایسا فرد ہوگا جسے آپؐ کی باتوں پر اعتماد نہ ہو۔ آج کے دور میں رسید اور وارنٹی کے کاغذات (Warranty Paper) کا دیا جانا تعلیم نبویؐ کی رو سے ایک مستحسن عمل ہے، جس میں اس بات کی گنجائش موجود رہتی ہے کہ بعد میں سامان میں کوئی نقص سامنے آجائے تو خریدار ثبوت کے ساتھ فروخت کنندہ یا اس کی کمپنی سے رجوع کر سکے۔ لیکن ہمارے دیار میں اس طرح کی وارنٹی یا گارنٹی عام طور پر الیکٹریکل اور الیکٹرانک ساز وسامان، مہنگی مشینوں اور آلات (Appliances) وغیرہ کی بیع میں ہی رائج ہے۔ روزمرہ کے استعمال کی بہت سی چیزیں بالخصوص خوردنی اشیاء، دوا وغیرہ میں اس طرح کی کوئی گارنٹی نہیں دی جاتی گو پیسے کی رسید تھما دی جاتی ہو۔ عوام بھی تاجروں پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتی ہے اور ان اشیاء کی خریداری میں تاجروں سے ایسا کوئی مطالبہ نہیں کرتی۔ ایسی حالت میں تاجروں پر یہ اخلاقی ذمے داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ گاہکوں کو کسی بھی طرح کی ملاوٹ (Adulteration) سے پاک، خالص اور بے عیب سامان فراہم کریں لیکن عموماً ایسا ہوتا نہیں ہے۔ منافع خور تجار عوام الناس کے اعتماد، ان کی عدم توجہی یا بے خبری کا بھرپور غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔

چنانچہ آج بازاروں میں دستیاب اشیائے خورد ونوش میں ایسی کوئی چیز نہیں جس کے بارے میں آپ وثوق سے یہ کہہ سکیں کہ یہ خالص ہے۔ دودھ، دہی، مکھن، گھی، شہد، خوردنی تیل، غلہ جات، مصالحہ جات، ہلدی، مرچ، دھنیا وغیرہ کے سفوف، پھل اور سبزیاں، ٹھنڈے مشروبات (Cold Drinks) حتی کہ منرل واٹر (Mineral Water) کے نام پر ملنے والا پانی ساری ہی چیزیں ملاوٹ کی وجہ سے زہر آلود ہو چکی ہیں۔ نقلی دواؤں کا

کاروبار بھی عروج پر ہے۔ لوگوں کی صحت اور زندگی داؤ پر ہے لیکن ان منافع خور سنگ دل تاجروں کو جو بددیانتی کے اس کاروبار (Racket) میں شامل ہوتے ہیں، اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ افسوس کا پہلو یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ ساتھ بہت سے مسلمان کہے جانے والے افراد بھی اس دھوکا دھڑی میں شریک ہوتے ہیں۔

یادرکھیں کہ یہ بدترین قسم کی خیانت، عیاری اور ظلم ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کے اہم اندرونی اعضاء معطل ہوکر رہ جائیں اور رفتہ رفتہ ان کی جان چلی جائے۔ ایسی تجارت سراسر ناجائز اور اس سے ہونے والی آمدنی قطعاً حرام ہے۔ ایسی حرام کمائی سے جس عبادت میں بھی معاونت حاصل کی جائے گی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگی۔ نیز دھوکا دھڑی کے اس گناہ اور اس کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کی باز پرس ان تمام افراد سے ہوگی جو کسی شے میں ملاوٹ کرنے سے لے کر اسے صارفین تک پہنچانے میں شریک ہوں۔ علاوہ ازیں یہ ملاوٹ کا عمل ایسا گناہ ہے جس کی تلافی بھی ممکن نہیں کیوں کہ ایسا کرنے والے اور ان کے شرکاء کو اکثر یہ بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنی اس شنیع حرکت سے کس کس کو نقصان پہنچا چکے ہیں، لہٰذا وہ کس کس سے معافی کے طلبگار ہوں گے۔ اس لئے مسلمان تاجروں کو چاہیے کہ وہ ایسے کسی کاروبار یا تجارت کا حصہ نہ بنیں جس میں عام بندوں کے حقوق کی پامالی ہوتی ہو۔

یہاں یہ ذکر کردینا بھی مناسب ہے کہ تجارت کی بعض شکلیں ایسی ہیں جن میں فی نفسہ دھوکا موجود ہوتا ہے، جیسے پانی میں موجود مچھلی کی بیع کہ اس میں بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں میں سے کسی فریق کو حتمی طور پر یہ پتا نہیں ہوتا کہ اس میں مچھلی کی مقدار کتنی ہے، لہٰذا، ہر ایک فریق کے دھوکا کھا جانے کا امکان ہے۔ اس طرح کی بیع جس میں بیچی جانے

والی چیز اپنی جنس، ذات، مقدار اور اوصاف کے لحاظ سے مبہم اور مجہول ہو، متعین اور واضح نہ ہو یا بیچنے والے کے قبضہ وقدرت سے باہر ہو اور اس کی سپردگی ممکن نہ ہو، اس کو شریعت کی اصطلاح میں بیع غرر (Deceptive Transaction) کہا جاتا ہے۔ اس کی دوسری مثالیں ہیں؛ غائب جانور یا فضا میں اڑتے ہوئے پرندے کی بیع، دودھ کی بیع جو جانور کے تھن میں ہی ہو وغیرہ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: "نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ"۔ (۵۸) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حصات اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے۔ یہاں بیع حصات سے مراد وہ بیع ہے جو کنکری پھینک کر طے کی جائے۔ یہ بھی دھوکے کی ایک شکل ہے، اس لئے ممنوع (Prohibited) ہے۔

دودھ دینے والے جانوروں کی بیع میں بھی دھوکے کی ایک صورت اس طرح پیدا کی جاتی ہے کہ گاہک کے سامنے پیش کرنے سے ایک یا دو روز قبل سے ہی اس کا دودھ دوہنا بند کردیتے ہیں تا کہ اس کے تھن بھرے نظر آئیں اور گاہک یہ تاثر لے کہ جانور بہت زیادہ مقدار میں دودھ دینے والا ہے جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ گاہک مغالطے میں آکر معاملہ کرلیتا ہے لیکن ایک سے دو دنوں میں ہی حقیقی صورت حال اس پر واضح ہوجاتی ہے۔ اس طرح کی بیع کو شرعی اصطلاح میں "بیع مصراۃ" کہا گیا ہے جو کہ ممنوع ہے اور اس کے نتیجے میں دھوکا کھائے ہوئے خریدار کو شریعت نے اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ بیع کو فسخ کردے اور جانور واپس کرکے اپنی رقم لے لے۔ اس اختیار کو شرعی اصطلاح میں "خیار تدلیس" کہا جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا تُصَرُّوا

---

(۵۸) صحیح مسلمؒ، کتاب البیوع، باب بُطْلَانِ بَيْعِ الْحَصَاةِ، وَالْبَيْعِ الَّذِي فِيهِ غَرَرٌ، رقم الحدیث ۳۸۰۸

الإِبلَ وَالْغَنَم، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَيْنَ (بَعْدَ) أَنْ يَحْتَلِبَهَا: إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَ إِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ"۔(۵۹) یعنی اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو روک کر نہ رکھو، پس جس شخص نے دودھ روکنے کے بعد (بعدُ: أي بعد التصرية) کوئی جانور (دھوکے میں آکر) خرید لیا تو اسے دودھ دوہنے کے بعد دو باتوں میں سے بہتر اور پسندیدہ کو اختیار کرنے کا حق حاصل ہے؛ اگر چاہے تو جانور کو اپنے پاس رکھ لے اور اگر چاہے تو اسے واپس کر دے اور ایک صاع کھجور اس کے ساتھ دیدے۔

صحیح مسلمؒ کی ایک روایت کے مطابق جانور کو لوٹانے کا یہ اختیار خریدار کو تین دنوں تک ہے۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: "مَنِ ابْتَاعَ شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ فِيهَا بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا وَ إِنْ شَاءَ رَدَّهَا، وَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ"۔(۶۰) یعنی جس کسی نے ایسی بھیڑ (یا بکری) خرید لی جس کا دودھ روکا گیا ہو، تو اسے تین دنوں تک اس کے بارے میں اختیار ہے، اگر چاہے تو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے اور اگر لوٹائے تو اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے۔

ایک صاع کھجور (جو احناف کے نزدیک ۳ کلو، ۱۴۹ گرام، ۲۸۰ ملی گرام اور علمائے اہل حدیث کے نزدیک تقریباً سوا دو کلو بنتا ہے) کے ساتھ جانور اس کے مالک کو لوٹانے کا حکم غالباً اس لئے دیا گیا ہے کیوں کہ خریدار نے اس کے دودھ سے فائدہ اٹھایا ہے اور بعضوں نے یہ کہا کہ یہ از راہ احسان یا تالیف قلب کے لئے ہے، کیوں کہ دودھ کے لئے تو

(۵۹) صحیح البخاريؒ، کتاب البیوع، باب النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يُحَفِّلَ الإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ، رقم الحديث ۲۱۴۸، بروایت ابو ہریرہؓ

(۶۰) صحیح مسلمؒ، کتاب البیوع، باب حُكْمِ بَيْعِ الْمُصَرَّاةِ، رقم الحديث ۳۸۳۱، بروایت ابو ہریرہؓ

خریدار نے جانور کو چارہ بھی ڈالا ہوگا اور الخَرَاجُ بِالضَّمَانِ (آمدنی، ذمے داری کے عوض ہے) کے اصول کے مطابق حساب تو برابر ہو چکا۔ اور کھجور کی تخصیص شاید اس لئے کی گئی کیوں کہ یہ اس وقت وہاں کی عام غذا تھی اور گندم وغیرہ کے مقابلے میں سستی بھی تھی، اس لئے یہ کوئی ضروری نہیں کہ ایک صاع کھجور ہی دی جائے بلکہ ہر زمانے میں اپنے اپنے ملکی دستور کے مطابق خوردنی غلہ اسی وزن سے دیا جا سکتا ہے یا اس کی قیمت کے برابر رقم بھی دی جا سکتی ہے۔ اکثر فقہاء اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں اور مذکورہ حدیث کی بعض طرق میں تَمْرٍ کی جگہ طَعَامٍ بھی وارد ہوا ہے جس سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔

اسی طرح درختوں اور باغات کو پھلوں کے نمودار ہونے سے پہلے ان کی امید پر ایک سال یا زیادہ مدت کے لئے بیچنا بھی ممنوع ہے کیوں کہ اس بات کا امکان ہے کہ درختوں میں پھل نہ آئے یا آنے کے بعد پختگی سے پہلے ہی کسی آفت مثلاً آندھی، بارش یا ژالہ باری کا شکار ہو جائے۔ اس طرح کی بیع کو حدیث میں "معاومت" کہا گیا ہے اور اس سے روکا گیا ہے، نیز پھل لگنے کے بعد بھی اس وقت تک خرید و فروخت سے منع کیا گیا ہے جب تک ان کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: "أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ"۔(۶۱) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ ان کی پختگی ظاہر ہو جائے، یہ ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کے لئے ہے۔

اس سلسلے کی دوسری روایت حضرت انس بن مالکؓ سے یوں ہے: "أَنَّ رَسُولَ

(۶۱) صحیح البخاريؒ، کتاب البیوع، باب بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، رقم الحديث ۲۱۹۴

اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى تُزْهِيَ، فَقِيْلَ لَهُ: وَمَا تُزْهِيَ؟ قَالَ: حَتّٰى تَحْمَرَّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ، بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيْهِ"۔(۶۲) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "زھو" سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے، ان سے دریافت کیا گیا کہ "زھو" کسے کہتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: "یہاں تک کہ سرخ ہو جائے (یعنی پکنے پر آ جائے)، پھر آپؐ نے فرمایا: "تم ہی بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ پھلوں کو روک دے (یعنی پکنے سے روک دے یا کسی آفت کے ذریعے ضائع کر دے) تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کس بنا پر لے گا۔"

اس لئے باغات کے مالکوں اور پھلوں کے تاجروں کو چاہیے کہ وہ پھلوں کے پختہ و تیار ہونے تک صبر و انتظار کریں اور اس کے بعد ہی خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں۔

جھوٹ سے پرہیز کرنا

تجارت میں جھوٹ سے بھی پرہیز لازمی ہے۔ دورِ حاضر کی تجارت میں لوگ اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ غیروں کی تو بات ہی کیا بعض سادہ لوح مسلمان بھی ایسا خیال رکھتے ہیں۔ خود راقم سے ایک بار ایک صاحب نے ان خیالات کا اظہار کیا جس کی بندے نے اصلاح کی۔ یاد رکھیں کہ جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کا اعلان قرآن کریم میں موجود ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾۔(۶۳) یعنی "جو جھوٹے ہوں ان پر اللہ کی لعنت ہو۔"

(۶۲) صحیح البخاريؒ، کتاب البیوع، بابٌ إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ، رقم الحديث ۲۱۹۸

(۶۳) القرآن الکریم، سورۃ آل عمران: ۶۱

قرآن پاک کے علاوہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دروغ گوئی کی مذمت میں بہت سے اقوال منقول ہیں، منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ اس کو منافقین کی صفت بتایا ہے۔ دنیا میں اس کے بھی وہی نقصانات سامنے آتے ہیں جو راقم نے عنوان سابقہ کے تحت بیان کئے ہیں۔ مثال کے طور پر اس روایت کو دیکھیں؛ حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَ بَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا، وَ إِنْ كَذَبَا وَ كَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا"۔(۶۴) یعنی بیع و شرا کرنے والے فریقین (بائع اور مشتری) کو اختیار ہے (فسخ بیع کا) جب تک جدا نہ ہوں، پھر اگر وہ دونوں سچ بولیں اور واضح کر دیں حقیقت کو (یعنی جو کچھ عیب ہے سامان میں یا قیمت میں) تو ان کی بیع میں برکت ڈال دی جاتی ہے، اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور چھپائیں (عیوب کو) تو ان کی بیع سے برکت ختم کر دی جاتی ہے۔

اس طرح جھوٹ کا نتیجہ تجارت میں بے برکتی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، تو پھر یہ کھلی ہوئی بات ہے ان کی تجارت کو کبھی فروغ نہ ہوگا جو جھوٹ کی لعنت سے اپنی تجارت کو پاک نہیں کرتے۔ یہ تو دنیا کا نقصان ہے، اب ذرا آخرت سے متعلق وعید بھی ملاحظہ کیجئے۔ حضرت رفاعہ بن رافع انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا، إِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَ بَرَّ وَ صَدَقَ"۔(۶۵) "بے شک تاجر لوگ قیامت کے دن فاجر اور گنہگار اٹھائے جائیں گے، سوائے ان لوگوں

(۶۴) صحیح مسلمؒ، کتاب البیوع، بابُ الصِّدْقِ فِي الْبَيْعِ وَالْبَيَانِ، رقم الحديث ۳۸۵۸

(۶۵) سنن الترمذيؒ، کتاب البیوع، بابُ مَاجَآءَ فِي التُّجَّارِ وَ تَسْمِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ إِيَّاهُمْ، رقم الحديث ۱۲۱۰

کے جنھوں نے (اپنی تجارت میں) تقویٰ اور نیکی اور سچائی کی روش اختیار کی۔‘‘

اب اگر کوئی قیامت میں فاسق و فاجر اٹھایا جائے، تو اس کا جو حشر ہوگا اسے بہ آسانی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ **اللّٰھم احفظنا منھم**۔ اس سلسلے میں ایک بات اور ذہن نشین رہنا ضروری ہے کہ کسی سامان کی اصل نوعیت سے زیادہ تعریف کرنا بھی جھوٹ میں شامل ہے، لہٰذا اس سے بھی پرہیز لازم ہے۔

قسم کھانے سے اجتناب کرنا

کچھ تاجروں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ گاہکوں کو مطمئن کرنے کے لئے بات بات پر قسمیں کھاتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا: ’’إِيَّاكُمْ وَ كَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ، فَإِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ‘‘ ۔ (٦٦) یعنی تم بیع میں بہت قسمیں کھانے سے اجتناب کرو، اس لئے کہ وہ (اولاً) مال کو تو نکلوادیتی ہے (فروخت کروادیتی ہے) پھر مٹادیتی ہے (اس کی برکت کو)۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ؐ فرماتے تھے: ’’الْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلرِّبْحِ‘‘ ۔ (٦٧) یعنی قسم مال کو نکالنے والی ہے اور (بعدازاں) نفع کو مٹانے والی ہے۔ صحیح بخاریؒ کے الفاظ ہیں: ’’الْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ‘‘ ۔ (٦٨) یعنی قسم مال کو نکالنے والی ہے اور (بعدازاں) برکت کو مٹانے والی ہے۔

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ قسم کھانے سے گرچہ ابتدا میں خریدار بھروسا

(٦٦) صحیح مسلمؒ، كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ، بابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ، رقم الحديث ٤١٢٦، بروایت ابوقتادہؓ

(٦٧) صحیح مسلمؒ، كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ، بابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ، رقم الحديث ٤١٢٥، بروایت ابوہریرہؓ

(٦٨) صحیح البخاريؒ، کتاب البیوع، بابٌ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ، رقم الحديث ٢٠٨٧

کر لیتا ہے اور مال نکل جاتا ہے، لیکن آئندہ نفع مٹ کر نقصان لاحق ہوتا ہے اور دکان برباد ہوجاتی ہے، کیوں کہ دھیرے دھیرے لوگ اس کی اس عادت سے واقف ہوجاتے ہیں اور اس کی قسموں پر یقین کرنا بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ دوسری برائی اس میں یہ ہے کہ دنیوی مفاد اور معمولی نفع کی خاطر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بابرکت نام کو بیچا جاتا ہے، جو کہ ایک طرح سے اس کے پاکیزہ نام کی بے حرمتی ہے اور غالباً اسی وجہ سے اس کی برکت بھی ختم ہوجاتی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ کردیا ہے۔

یہ سب نقصانات تو تب ہیں جب کہ قسم سچی ہو، اگر جھوٹی قسم کھائی تو اور بھی برا ہے۔ علماء نے اسے گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس سلسلے میں سخت وعید مروی ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا: ’’ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ‘‘۔ یعنی تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف (نظر کرم سے) دیکھے گا، اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا، اور ان (تینوں) کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ کون شخص ہیں؟ وہ تو نامراد ہوگئے اور خسارے میں پڑ گئے۔ آپ ؐ نے فرمایا: ’’الْمُسْبِلُ إِزَارَهُ، وَالْمَنَّانُ عَطَاءَهُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ‘‘۔ (٦٩) ’’اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، اپنی عطا کردہ چیزوں پر احسان جتانے والا، اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال تجارت فروخت کرنے والا۔‘‘

(٦٩) سنن ابن ماجہؒ، کتاب التجارات، بابُ مَاجَآءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْأَيْمَانِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ، رقم الحديث ٢٢٠٨

اس لئے جھوٹی قسمیں اٹھا کر اپنا کاروبار چلانے والے تجار کو اس سلسلے میں محتاط ہوجانا چاہیے، انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ جس برائی کو وہ ہلکی سمجھ رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انتہائی مبغوض ہے، اوران (تجار) کی آخرت کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ لہٰذا چندروزہ معمولی دنیوی نفع کی خاطر آخرت کی ابدی زندگی کو داؤ پر نہ لگائیں۔

جعلی کرنسی چلانے سے پرہیز کرنا

جعلی نوٹ چلانے کا رواج بھی آج کی تجارت میں زوروں پر ہے۔ بعض لوگ منظم ڈھنگ سے اس دھندے کو چلا رہے ہیں اور بعض نادانی میں اس کا شکار ہورہے ہیں۔ جو لوگ اس سازش کا شکار ہوجاتے ہیں، وہ بھی اپنے نقصان کی تلافی کے لئے کسی دوسرے کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں، اس طرح فریب دہی کا یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ فریب دہی کی مذمت تو سطور بالا میں کی جاچکی ہے لیکن یہ چوں کہ اس کی بدترین صورت ہے، اس لئے اس کے چند خاص پہلوؤں کا ذکر یہاں ایک مستقل عنوان کے تحت کیا جارہا ہے۔ ایک تو اس عمل کے ذریعہ دوسرے کا مال بالکل ناحق اور باطل طریقے سے کھایا جاتا ہے جس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ....الآية﴾۔ (۷۰)
یعنی آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔

اس لئے ایسے پیسوں سے حاصل کیا گیا مال بالکل حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ اس اصول کے تحت کہ جس نے کسی گناہ کا کام جاری کیا، اس کو ان تمام لوگوں کے گناہ کے برابر گناہ حصے میں آئے گا جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے، بازار میں جعلی کرنسی چلانے

(۷۰) القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ:۱۸۸

والے کو بھی ان تمام لوگوں کے گناہ کے برابر گناہ ملے گا جو سلسلے کے اخیر تک اس میں شریک ہوں گے، اور جو درمیان میں شامل ہوا، اس کے ذمے بھی اس کے بعد والوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا۔ اسی لئے امام غزالیؒ نے کسی بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ ایک کھوٹا درہم بازار میں چلانا سو درہم چُرانے سے بدتر ہے، کیوں کہ چوری کا گناہ تو اسی وقت تک ہے، جب کہ کھوٹے پیسے یا جعلی کرنسی چلانے کا گناہ ممکن ہے موت کے بعد تک جاری رہے، اور وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جو خود تو مرجائے مگر اس کا گناہ نہ مرے اور اس گناہ کا سینکڑوں برس تک دنیا میں موجود رہنا ممکن ہے، اور ایسے شخص کو جس نے اس کی ابتدا کی قبر میں عذاب ہوتا رہے گا۔ اس لئے ان کی رائے میں تاجر کے لئے کھوٹے سکے اور جعلی نوٹ کو پہچاننے کا ہنر جاننا واجب ہے، یہ اس لئے نہیں کہ وہ خود دھوکا نہ کھائے بلکہ اس لئے کہ لاعلمی میں وہ کسی اور کو دھوکا نہ دے دے۔ جو شخص یہ ہنر نہیں سیکھے گا اور دھوکہ سے بھی جعلی کرنسی اس کے ہاتھ سے چل جائے گا تو وہ گنہ گار ہوگا کیوں کہ کوئی شخص جو کاروبار کرتا ہے اس کا علم سیکھنا اس پر واجب ہوتا ہے۔ اگر کوئی خود دھوکا کھا جائے تو اسے چاہیے کہ خود اپنے نقصان پر صبر کرلے اور اس نوٹ کو ضائع کردے تاکہ اس کے بعد فریب دہی کا یہ سلسلہ جاری نہ رہے۔ (۷۱)

ماپ تول کر لین دین کرنا

تاجروں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ بھی ہے کہ وہ خرید وفروخت میں چیزوں کا تبادلہ ماپ تول کر ہی کریں۔ حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إِذَا بِعْتَ فَكِلْ، وَ إِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ''۔ (۷۲) یعنی جب تو کوئی

(۷۱) کیمیای سعادت، صفحہ ۲۷۴

(۷۲) صحیح البخاريؒ، کتاب البیوع، بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي، ما قبل رقم الحدیث ۲۱۲۶

چیز بیچا کرے تو ماپ کے دیا کرو اور جب تو کوئی چیز خریدے تو اسے بھی میوالیا کر۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں دو حکمتیں پوشیدہ ہیں؛ ایک تو اس سے دھوکا دھڑی کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور دوسرے اس میں مستقبل میں رونما ہونے والے آپس کے اختلافات اور فتنوں سے حفاظت ہے۔ساتھ ہی ایسے لین دین میں برکت کی بشارت بھی ہے۔حضرت مقدام بن معدیکربؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:''كِيلُوا طعامَكُم، يُبَارَكْ لَكُمْ'' ۔(۷۳)''اپنے اناج کو ماپ لیا کرو،اس میں تم کو برکت ہوگی۔''

اس لئے تاجروں کو چاہیے کہ اپنی تجارت میں اس اصول کا پورا لحاظ رکھیں۔حضرت عثمانؓ کی مذکورہ روایت سے یہ نکتہ بھی بالکل واضح ہے کہ وزن اور ماپ کر کے جنس فراہم کرنا، فروخت کرنے والے کے ذمے ہے، لہٰذا اس سلسلے میں اگر کسی شخص کی خدمت حاصل کی جائے گی، تو اس کی اجرت بھی اسی کے ذمے ہوگی نہ کہ خریدار کے ذمے ۔ البتہ، جو چیزیں ہمارے دیار میں ماپ یا تول کر نہیں بلکہ گنتی سے فروخت ہوتی ہیں ان میں اس حکم کا اطلاق گنتی پر ہی ہوگا۔اسی سے یہ اصول بھی اخذ ہوتا ہے کہ آپس میں پیسے کا لین دین بھی گن کر ہی کرنا چاہیے۔

ماپ تول میں کمی نہ کرنا

ماپ تول میں کمی کرنا بھی ایک بدترین اخلاقی بیماری ہے جو آج کے بازاری نظام میں ایک وبا کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہ بدترین قسم کی خیانت ہے کہ پیسے تو پورے لیے جائیں اور مطلوبہ چیز کم دی جائے۔قرآن کریم میں اس کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔

---

(۷۳)صحيح البخاريؒ، كتاب البيوع،بابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ،رقم الحديث ۲۱۲۸

ارشاد خداوندی ہے:﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ہ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ہ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ہ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ہ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ہ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ﴾ ۔(۷۴)(ترجمہ):''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی، کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔کیا ایسے لوگ یہ خیال (بھی) نہیں کرتے کہ وہ (اپنے مرنے کے بعد زندہ کر کے قبروں سے) اٹھائے جانے والے ہیں؟ ایک عظیم دن (کی پیشی) کے لئے جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''

مطلب یہ ہے کہ اس طرح کی حرکت وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور یوم آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا یقین نہیں۔دوسری جگہ صحیح وزن کرنے کی تاکید ان الفاظ میں کی گئی ہے:﴿وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًاہ﴾ ۔(۷۵)(ترجمہ): ''اور جب (کوئی چیز کسی کو) ماپ کر دینے لگو تو بھرپور پیمانے سے ماپو اور (جب تول کر دو تو) سیدھی ترازو سے تولا کرو، یہ (فی نفسہٖ بھی) بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔''اس میں ایک بہتری تو اجر و ثواب کے لحاظ سے ہے جس کا انجام جنت ہے، اور دوسری بہتری تجارت کے فروغ کے اعتبار سے ہے کہ ناپ تول میں دیانت داری سے گاہکوں میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور تجارتی تعلقات زیادہ دنوں تک استوار رہتے ہیں۔

ان دو کے علاوہ قرآن کریم میں چند دیگر مقامات پر بھی ماپ تول میں دیانت داری

---

(۷۴)القرآن الكريم،سورة المطفّفين:۱-۶

(۷۵)القرآن الكريم،سورة بنىٓ اسرآء يل:۳۵

اختیار کرنے کی تاکید ملتی ہے، مثلاً الانعام: ۱۵۲، الرحمٰن: ۷-۹، الاعراف: ۸۵، ھود: ۸۴-۸۶ وغیرہ جس سے اس حکم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سورۃ الاعراف اور سورۃ ھود کی مذکورہ آیات میں یہ ہدایت حضرت شعیب علیہ السلام کے تذکرہ میں ملتی ہے، کیوں کہ ان کی قوم میں بھی یہ برائی عام تھی جس کی اصلاح کی فکر حضرت شعیبؑ نے کی لیکن جب وہ نہیں مانے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی نازل ہوا۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس سے متنبہ فرمایا کہ اس لعنت میں گرفتار ہو کر کہیں وہ بھی غضب الٰہی کا شکار نہ ہو جائیں۔ آپؐ نے ناپ تول کرنے والوں سے فرمایا: ''إِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيتُمْ أَمْرَيْنِ، هَلَكَتْ فِيهِ الْأُمَمُ السَّالِفَةُ قَبْلَكُمْ''۔ (۷۶) ''تم لوگ دو ایسے کام کے ذمے دار بنائے گئے ہو (یعنی ماپنا اور تولنا) جن میں (کوتاہی کے سبب) تم سے پہلے کی (بعض) امتیں ہلاک ہوگئی ہیں۔''

ایک بار آپؐ نے مہاجرین صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے پانچ ایسے گناہوں پر متنبہ فرمایا جن کے ارتکاب پر کوئی قوم دنیا میں اللہ تعالی کے عذاب کی مختلف شکلوں میں ضرور مبتلا کر دی جاتی ہے اور آپؐ نے اس بات پر اللہ تعالیٰ کی پناہ بھی طلب کی کہ صحابہ کرامؓ (یا عام مسلمان) ان میں مبتلا ہوں جس میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ، إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَشِدَّةِ الْمَؤُونَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ''۔ (۷۷) یعنی جب کوئی قوم ماپ اور تول میں کمی کرتی ہے تو وہ قحط سالی، روزگار کی تنگی اور بادشاہ (حکمران وقت) کے ظلم و ستم میں مبتلا کر دی جاتی ہے۔

---

(۷۶) سنن الترمذيؒ، ابواب البیوع، بَابُ مَاجَآءَ فِي الْمِكْيَالِ وَالْمِيزَانِ، بروایت عبداللہ بن عباسؓ، رقم الحدیث ۱۲۱۷

(۷۷) سنن ابن ماجہؒ، كِتَابُ الْفِتَنِ، بابُ الْعُقُوبَاتِ، بروایت عبداللہ بن عمرؓ، رقم الحدیث ۴۰۱۹

36

اس لئے ایک مومن تاجر کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں احتیاط برتے، دیانت داری کا رویہ اپنائے اور چند سکوں کی خاطر اللہ واحد القہار کے عذاب کا خود کو مستحق نہ بنائے۔

جھکتی ڈنڈی تولنا

کم تولنے کو اسلام میں جہاں ناپسند کیا گیا ہے، وہیں جھکتا تولنے کو پسند کیا گیا ہے کیوں کہ اس میں ایثار اور احتیاط دونوں ہی پہلو شامل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں ہدایات بھی منقول ہے۔ حضرت سوید بن قیسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اور مخرفہ عبدیؓ نے بحرین کے ایک شہر ھَجَر سے کچھ کپڑے خریدے اور اسے (بیچنے کی خاطر) مکہ لے کر آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس پیدل تشریف لائے اور ہم سے ایک پائجامہ کا سودا کیا، جو ہم نے آپؐ کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور وہاں ایک شخص تھا جو اجرت لے کر مال وزن کیا کرتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''زِنْ، وَأَرْجِحْ''۔ (۷۸) یعنی وزن کرو اور جھکتی ڈنڈی تولو۔

دوسری روایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إِذَا وَزَنْتُمْ فَأَرْجِحُوا''۔ (۷۹) یعنی جب تم وزن کرو، تو جھکتا ہوا تولو۔

ان احادیث کی بنیاد پر علماء نے جھکتی ڈنڈی تولنے کو مستحب کہا ہے۔ اس لئے تاجروں کو چاہیے کہ کسی کو سامان دیتے وقت اس اصول کو بھی مدنظر رکھیں۔

---

(۷۸) سنن أبي داؤدؒ، کتاب البیوع، بَابُ فِي الرُّجْحَانِ فِي الْوَزْنِ وَالْوَزْنِ بِالْأَجْرِ، رقم الحدیث ۳۳۳۶

(۷۹) سنن ابن ماجہؒ، کتاب التجارات، بَابُ الرُّجْحَانِ فِي الْوَزْنِ، رقم الحدیث ۲۲۲۲

ذخیرہ اندوزی سے پرہیز کرنا

تجارت میں زیادہ نفع خوری کے لئے ایک حربہ یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ضروری اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کر کے بازار میں مصنوعی قلت پیدا کردی جاتی ہے، جس سے مہنگائی بڑھ جاتی ہے اور چیزوں کے نرخ میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ پھر گراں بازاری کے اس موقع سے ذخیرہ اندوز تجار خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں اس عمل کو 'احتکار' (Hoarding) کہا جاتا ہے، جو شرعی نقطۂ نظر سے حرام اور انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے کیوں کہ اس میں انسانوں کی خدمت اور حاجت روائی کے جذبے کے بجائے ضرر رسانی اور استحصال کا جذبہ داخل ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنِ احْتَكَرَ، فَهُوَ خَاطِئٌ" ۔(۸۰) یعنی جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گناہ گار ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ" ۔(۸۱) یعنی گناہ گار کے سوا کوئی اور شخص ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا۔ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "مَنِ احْتَكَرَ حُكْرَةً يُرِيدُ أَنْ يُغْلِيَ بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَهُوَ خَاطِئٌ" ۔(۸۲) "جس نے اس ارادے سے ذخیرہ اندوزی کی کہ مسلمانوں کو مہنگائی میں مبتلا کردیا جائے تو وہ گناہ گار ہے۔"

(۸۰) صحیح مسلمؒ، كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ، بَابُ تَحْرِيمِ الاحْتِكَارِ فِي الْأَقْوَاتِ، رقم الحديث ۴۱۲۲، بروایت معمرؓ بن عبداللہ

(۸۱) صحیح مسلمؒ، كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ، بَابُ تَحْرِيمِ الاحْتِكَارِ فِي الْأَقْوَاتِ، رقم الحديث ۴۱۲۳، بروایت معمرؓ بن عبداللہ

(۸۲) مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ، دارالسلام، رقم الحديث ۸۶۱۷

آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے: "الْجَالِبُ مَرْزُوقٌ، وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ" ۔(۸۳)

"جالب (یعنی دوسرے شہروں سے غلہ وغیرہ لاکر بازار میں بیچنے والا تاجر) مرزوق ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے رزق دیا جاتا ہے)، اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق اور اس کی رحمت سے دور ہے)۔" آپؐ سے یہ بھی منقول ہے کہ جو شخص مسلمانوں سے غلے کا احتکار کرتا ہے (یعنی ان سے غذائی اشیاء روک کر بعدۂ گراں نرخ پر ان کے ہاتھ فروخت کرتا ہے) اللہ تعالیٰ اسے جذام اور افلاس میں مبتلا کردیتا ہے: "مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَامًا، ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْجُذَامِ وَالإِفْلَاسِ" ۔(۸۴) آپؐ سے یہ بھی روایت ہے کہ جس شخص نے چالیس دن تک گرانی کے خیال سے غلے کو روک رکھا، وہ اللہ تعالیٰ سے بیزار ہوا اور اللہ اس سے بیزار ہوا۔(۸۵)

ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ، لَمْ يَكُنْ لَهُ كَفَّارَةً" ۔(۸۶) یعنی جس شخص نے گراں فروشی کی نیت سے غذائی اشیاء کو چالیس دن تک روکے رکھا اور پھر وہ اسے (اللہ کی راہ میں) صدقہ کردے تو (بھی) وہ اس کے (اس گناہ) کے لئے کفارہ نہیں ہوسکتا۔

(۸۳) سنن ابن ماجہؒ، كتاب التجارات، بَابُ الْحُكْرَةِ وَالْجَلَبِ، رقم الحديث ۲۱۵۳، بروایت عمرؓ بن الخطاب

(۸۴) سنن ابن ماجہؒ، كتاب التجارات، بَابُ الْحُكْرَةِ وَالْجَلَبِ، رقم الحديث ۲۱۵۵، بروایت عمرؓ بن الخطاب

(۸۵) مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ، دارالسلام، رقم الحديث ۴۸۸۰، بروایت عبداللہ بن عمرؓ

(۸۶) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الاحتکار، رقم الحدیث ۲۸۹۸، بروایت ابوامامہؓ

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ذخیرہ اندوزی کی شناعت بالکل واضح ہے۔اس کے برعکس حاجت روائی کی نیت سے تجارت کرنے والے تاجر کے بارے میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:"مَنْ جَلَبَ طَعَامًا فَبَاعَهُ بِسِعْرِ يَومِهِ فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِهِ" و في لفظ آخر: "فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً"۔(۸۷)یعنی جوشخص باہر سے غلہ خرید کر لایا اور بازار کے اسی دن کے نرخ کے مطابق اسے فروخت کردیا تو گویا اس نے وہ سارا غلہ صدقہ کردیا اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ زمانہ قدیم میں ذخیرہ اندوزی عام طور سے غلے کی ہی ہوا کرتی تھی،اس لئے مذکورہ بالا احادیث میں غلے کا ہی ذکر ہے۔اسی لئے'احتکار' کا اطلاق علماء عام طور سے غذائی اجناس کی ذخیرہ اندوزی پر ہی کرتے آئے ہیں۔اس لئے ایسی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کو جو غذائی ضرورت میں استعمال نہیں ہوتی،علماء نے حرام نہیں کہا ہے۔(۸۸)

تاہم،اس سلسلے میں چند اہم نکات پر غور کرنا ضروری ہے؛

اول یہ کہ ذخیرہ اندوزی کے حرام ہونے کا بنیادی سبب عوام الناس کو ضرر و نقصان پہنچانے کا ارادہ و عمل ہے، جسے دوسری ضروری چیزوں کی ذخیرہ اندوزی سے متعلق فتویٰ جاری کرنے میں بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

دوئم یہ کہ اس کی مذمت کی متعدد احادیث کے الفاظ عام ہیں جن کا اطلاق دوسری ضروری اشیاء پر بھی ہوسکتا ہے۔

سوئم یہ کہ بنی نوع انسان کی زندگی کا انحصار صرف غذائی اجناس تک محدود نہیں۔

---

(۸۷)إحياء علوم الدين للغزاليؒ، صفحہ ۵۱۶

(۸۸)مظاہر حق جدید،جلد ۳،صفحہ ۵۲۲

چہارم یہ کہ ذخیرہ اندوزی خواہ کسی بھی چیز کی، ہو اس میں استحصال اور موقع پرستی کا جذبہ شامل ہوتا ہے اور یہ انسانی حاجت روائی اور نفع رسانی کے جذبے کے خلاف ہے۔

پنجم یہ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مزاج کے بھی خلاف ہے، جس کا رخ یہ ہے کہ معاشی نظام ایسا ہو جس میں عوام خصوصاً غریبوں اور کم آمدنی والوں کا زندگی گزارنا دشوار نہ ہو۔

اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کی ذخیرہ اندوزی سے بچنا چاہیے۔رہا علماء کا مذکورہ فتویٰ تو یہ جاننا چاہیے کہ فتویٰ تو ظاہر پر ہوا کرتا ہے،اسی لئے امام غزالیؒ نے فرمایا:"و بسیار معاملت بود که فتوی دهیم که درست است، ولیکن آنکس در لعنت بود: و آن معاملتی بود که در آن رنج و زیان مسلمانان بود"۔(۸۹) یعنی بہت سے معاملات (و مسائل) ایسے ہیں جن میں فتویٰ تو ہم یہی دیں گے کہ یہ شرعاً درست ہے،لیکن ان معاملوں کا مرتکب (اللہ تعالیٰ کی) لعنت میں گرفتار ہوگا،اور یہ وہ معاملات ہوتے ہیں جن میں مسلمانوں کو تکلیف و نقصان پہنچتا ہو۔

اس لئے موجودہ دور میں رائج رسوئی گیس، کراسن تیل، ڈیزل، پٹرول، ضروری ادویات وغیرہ کی ذخیرہ اندوزی بھی قابل ملامت فعل ہے اور اس سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔ہاں ایک کسان کو یہ اختیار ہے کہ اپنی زمین سے پیدا شدہ غلہ کی ذخیرہ اندوزی کرے اور حسب ضرورت فروخت کرے۔اس پر جلدی فروخت کردینا لازمی نہیں،لیکن اگر بازار میں اناج کی قلت ہو اور عوام کو پریشانی کا سامنا ہو،تو اس کے لئے بھی اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ فروخت کرنے میں تاخیر نہ کرے۔اگر کسی شخص نے غذائی اجناس کی ذخیرہ اندوزی کی

---

(۸۹) کیمیائی سعادت،صفحہ ۲۷۲

ہوئی ہو اور لوگوں کو ان کی سخت حاجت ہو اور وہ فروخت بھی نہ کرے، تو علماء کی رائے یہ ہے کہ حاکم وقت کو اسے ان اجناس کو بیچنے کے لئے مجبور کرنا چاہیے، امام نوویؒ نے اس مسئلہ پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

”قال العلماء: والحكمةُ في تحريم الاحتكارِ دفعُ الضَّرر عن عامَّةِ النـاس، كما أجمعَ العلماءُ على أنَّه لو كان عند إنسانٍ طعامٌ واضطَرَّ الناسُ إليه و لم يجدوا غيره أجبرَ على بيعه دفعاً للضرر عن الناس.“۔(۹۰)

(ترجمہ): ”علماء نے کہا ہے کہ احتکار کی حرمت کی حکمت یہی ہے کہ عام لوگوں سے ضرر کو دور کیا جائے، اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس غذائی اشیاء ہوں اور لوگوں کو ان کی سخت ضرورت ہو اور اس کے علاوہ کہیں اور غلہ نہ ملے (اور وہ خود فروخت بھی نہ کرے)، تو لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے (حاکم وقت کے ذریعے) اس شخص کو غلہ فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔“

اس فتوے کا اطلاق دوسری ضروری اشیاء کی ذخیرہ اندوزی اور کالا بازاری پر بھی ہوسکتا ہے، جب کہ عوام الناس کو پریشانیوں کا سامنا ہو۔ ایسے حالات میں حکومت وقت کی یہ ذمے داری بنتی ہے کہ عوام الناس کو ضرر اور استحصال سے بچانے کے لئے مناسب اقدامات کرے۔

خرید و فروخت میں نرمی کا رویہ اختیار کرنا

یوں تو اسلام میں نرمی اور خوش خلقی کا رویہ اختیار کرنے کی عمومی تعلیم دی گئی ہے لیکن تجارت کے شعبے میں اسے خصوصاً پسند کیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے تاجر

(۹۰) المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجّاج للإمام النّووي، الجزء الخامس، صفحه ۴۳۹

کے لئے جو خرید و فروخت میں نرمی کا رویہ اختیار کرتا ہے، دعا فرمائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ”رَحِمَ اللهُ رَجُلًا، سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى“۔(۹۱) ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے وقت، خریدتے وقت، اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے۔“ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ سَمْحَ الْبَيْعِ، سَمْحَ الشِّرَاءِ، سَمْحَ الْقَضَاءِ“۔(۹۲) ”بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے نرمی اور خوبی سے بیچنے کو، نرمی سے خریدنے کو، اور نرمی و آسانی سے قرض ادا کرنے کو۔“ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو جو تم سے قبل (امت سے) تھا بخش دیا (اس لئے کہ) وہ آسانی اور نرمی کرتا تھا جب (کچھ) بیچتا تھا، اور آسانی اور نرمی کرتا تھا جب (کچھ) خریدتا تھا، اور آسانی اور نرمی کرتا تھا جب (قرض کی ادائیگی کا) تقاضا کرتا تھا۔(۹۳) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أَدْخَلَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ رَجُلًا كَانَ سَهْلًا بَائِعًا وَ مُشْتَرِيًا“۔(۹۴) ”اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل کر دیا اس شخص کو جو بیچنے اور خریدنے میں نرمی کا معاملہ کیا کرتا تھا۔“

ان روایتوں کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان تاجر کو خرید و فروخت میں نرمی ہی کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ حقیقت میں یہ ایک ایسی پالیسی ہے جس کے ذریعے ایک تاجر بہت ہی کم

(۹۱) صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ، وَ مَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ، بروایت جابر بن عبداللہؓ، رقم الحديث ۲۰۷۶

(۹۲) سنن الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء في سمح البيع والشراء والقضاء، رقم الحديث ۱۳۱۹، بروایت ابوہریرہؓ

(۹۳) سنن الترمذي، رقم الحديث ۱۳۲۰، بروایت جابرؓ

(۹۴) سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب السَّمَاحَةِ فِي الْبَيْعِ، بروایت عثمانؓ بن عفان، رقم الحديث ۲۲۰۲

وقفے میں گاہکوں میں اپنی ساکھ قائم کرسکتا ہے اوراس کی تجارت چمک سکتی ہے۔اس طرح تجارت میں اس سنت کواپنانے سے دنیوی اوراخروی دونوں فوائد ہیں۔لیکن افسوس کا پہلو یہ ہے کہ مسلمان تاجرعام طور سے اس صفت سے خالی نظر آتے ہیں،جب کہ دوسری قوموں کے اکثر تجار(Traders)نے اس پالیسی کوسختی سے اپنارکھا ہے،جس کے دنیوی ثمرات سے وہ مستفیض ہورہے ہیں۔

فروخت کی ہوئی چیز واپس لینا

تجارت میں بعض اوقات ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ بیع کا معاملہ ہونے کے بعد خریدار سامان یا قیمت سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور مصلحت کی وجہ سے پشیمانی میں مبتلا ہوجاتا ہے اور خریدی ہوئی چیز کو واپس کرنا چاہتا ہے، یا کبھی فروخت کرنے والا افسوس کرنے لگتا ہے کہ میں نے اتنے کم قیمت پر یہ سامان کیوں فروخت کردیا اوراسے واپس لینا چاہتا ہے،تو ایسی صورت میں فریقین کو چاہیے کہ باہمی رضامندی سے اس معاملے کوختم کردیں یعنی تاجر بکا ہوا سامان واپس لے لے، یا خریدار خریدا ہوا سامان واپس کردے۔ اسے شریعت کی اصطلاح میں ’اقالہ‘ کہتے ہیں۔اگرچہ ایسا کرنا فریقین پر واجب نہیں ہے، لیکن اس کا ثواب بہت زیادہ ہے کیوں کہ ایسا کرنا ایثار واحسان میں داخل ہے۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا، أَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ‘‘۔(۹۵)یعنی جوشخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے ساتھ اقالہ کا معاملہ کرے(یعنی اس کی بیچی ہوئی یا خریدی ہوئی چیز کی واپسی پر راضی ہوجائے)تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشوں سے درگزر فرمائے گا۔

(۹۵)سنن ابن ماجہؒ،کتاب التجارات،بابُ الإقالة،رقم الحديث ۲۱۹۹

امام ابن حبانؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے ہی دوسرے طرق سے روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:’’مَنْ أَقَالَ نَادِمًا بَيْعَتَهُ، أَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ‘‘۔(۹۶) ’’جس نے کسی ایسے شخص کی بیع واپس کرلی جو اپنی بیع پر نادم ہو،تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔‘‘ایک اور روایت میں ہے جسے امام غزالیؒ نے اپنی کتاب’’کیمیای سعادت‘‘میں نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوشخص کسی بیع کو فسخ کردے اور یہ تصور کرلے کہ میں نے بیع کی ہی نہیں،تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسا جانتا ہے گویا اس نے گناہ کئے ہی نہیں۔(۹۷)

ان روایات کے الفاظ عام ہیں یعنی ان میں جس کے ساتھ اقالہ کا معاملہ کرے، اس کے مسلمان ہونے کی شرط بھی نہیں لگائی گئی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان تاجر جس کسی کے ساتھ بھی اقالہ کا معاملہ کرے گا، وہ اس عمل خیر کی وجہ سے گناہوں کی مغفرت کی بشارت کا مستحق گردانا جائے گا،خواہ جس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا گیا ہے وہ کوئی مشرک ہی کیوں نہ ہو۔

اس لئے مسلمان تاجروں کو چاہیے کہ ان فضیلتوں کے پیش نظر اس طرح کے معاملات میں ایثار واحسان کی روش ہی اختیار کریں۔بعض مسلم تجار غیروں کی نقل میں اپنی دکان میں’’بکا ہوا سامان واپس نہیں ہوگا‘‘کا بورڈ لگادیتے ہیں گویا وہ علی الاعلان یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سنت کی ان کے یہاں کوئی جگہ نہیں!یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔انہیں مذکورہ

(۹۶)الإحسان في تقريب صحيح ابن حبانؒ بترتيب ابن بلبانؒ،كتاب البيوع ، بابُ الإقالة،رقم الحديث ۵۰۲۹

(۹۷)کیمیای سعادت،صفحہ۲۸۲

روایات پر غور کرنا چاہیے اور ایسے کسی موقعے کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے، کیوں کہ ہم میں سے ہر شخص گناہوں کی بخشش کا محتاج ہے۔

کسی دو شخص کے تجارتی معاملے میں دخل اندازی سے احتراز کرنا

یہ بھی اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے کہ کسی دو شخص کے جائز تجارتی معاملے میں تیسرے کو مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ مداخلت کی ایک صورت یہ ہے کہ قیمت بڑھا کر اس چیز کو خریدنے کا اظہار کرے جس کا معاملہ زیر غور ہے، اس میں خریدار کے نقصان کا امکان ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خریدار سے یہ کہے کہ بالکل یہی چیز یا اس سے بہتر میں آپ کو اس سے کم قیمت پر فراہم کر سکتا ہوں، اگر آپ اس معاملے کو فسخ کر دیں، اس صورت میں بیچنے والے کے نقصان کا امکان ہے۔ یہ دونوں ہی صورتیں درست نہیں اور اگر مقصد خود خریدنا یا بیچنا نہ ہو، صرف معاملے کو بگاڑنا ہو تو یہ اور بھی برا فعل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ''۔ (۹۸) یعنی تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلٰى سَوْمِ أَخِيهِ''۔ (۹۹) یعنی کوئی مسلمان اپنے بھائی کے سودے پر سودا بازی نہ کرے۔ اس سلسلے میں ایک اور روایت ابو ہریرہؓ کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا تَنَاجَشُوا''۔ (۱۰۰) یعنی کوئی شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی کے مول پر مول نہ کرے اور نہ ہی نجش کرے۔

---

(۹۸) صحیح البخاريؒ، کتاب البیوع، بابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ، رقم الحدیث ۲۱۶۵

(۹۹) صحیح مسلمؒ، کتاب البیوع، بابُ تَحْرِيمِ بَيْعِ الرَّجُلِ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ، رقم الحدیث ۳۸۱۳

(۱۰۰) صحیح البخاريؒ، کتاب البیوع، بابٌ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ، رقم الحدیث ۲۱۶۰

''نجش'' اسی عمل کو کہتے ہیں کہ دو شخصوں کے بیچ کوئی تجارتی معاملہ طے پا رہا ہو اور تیسرا شخص آ کر اس چیز کی بے جا تعریف کرنے لگے جس کا معاملہ زیر بحث ہو یا اس کی زیادہ قیمت لگا دے اور اس کا مقصد خریدنا نہ ہو بلکہ اس خریدار کو گمراہ کرنا اور دھوکہ میں ڈالنا ہو، تا کہ وہ اس چیز کی خریداری کی طرف راغب ہو جائے یا زیادہ قیمت دینے کو تیار ہو جائے۔ ایسا کرنے والے کو عرف عام میں دلال (Broker) کہتے ہیں جو اصل میں تاجر کے لئے ہی کام کر رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح کی دلالی کیسے درست ہو سکتی ہے، جب کہ اس میں اصل خریدار کو فریب دینے کی سازش کی جاتی ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا احادیث کی بنیاد پر علماء نے کسی دو شخص کے مابین جائز تجارتی معاملے میں مداخلت کی ذکر کردہ ہر صورت کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ البتہ اگر کسی معاملے میں کوئی شرعی قباحت ہو، مثلاً کوئی شخص کسی کو غبن یا چوری کا مال بیچ رہا ہو، یا کسی اور قسم کا دھوکا دے رہا ہو، تو اس صورت میں مداخلت کر کے معاملے کو فسخ کرا دینا اور ایک مسلمان کو نقصان سے بچانا جائز ہے۔

اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا

ایک مسلمان تاجر کو چاہیے کہ تجارت کی مشغولیتوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یاد اور اس کے حقوق کی ادائی سے غافل نہ ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی یہ ایک اہم صفت تھی۔ صحابہ تجارت کیا کرتے تھے، مگر جب اللہ تعالیٰ کا کوئی فرض آن پڑتا تو کوئی تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد اور فرض کی ادائی سے ان کو غافل نہ کرتی یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے۔ اس بات کی تعریف اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی فرمائی۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ

إِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصٰرُ ه لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ه ﴾۔(۱۰۱)

(ترجمہ):''ایسے لوگ جنہیں کوئی تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اور وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور نگاہیں الٹ پلٹ کر رہ جائیں گی۔(یہ لوگ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کی بہترین جزا دے، اور اپنے فضل سے انہیں اور بھی زیادہ دے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بلاحساب رزق دیتا ہے۔''

ان آیتوں میں اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صرف تعریف ہی نہیں فرمائی بلکہ ان کی مذکورہ صفت کے پیچھے موجود محرکات کو بھی ذکر فرمایا کہ ایک تو انہیں قیامت کی سختیوں اور اپنے رب کے حضور پیشی کا خوف ہے، اور دوسرے انہیں اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کی بہترین جزا کی امید ہے۔یہی وہ محرکات ہیں جو ایک مومن کو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی طرف متوجہ رکھ سکتے ہیں اور ان کی بنیاد میں بعث بعد الموت اور جزا وسزا کا یقین ہے۔آج ہمارے یقین کی کیفیت ایسی ڈانواں ڈول ہو چکی ہے کہ نماز جیسے اہم فریضے کی ادائی سے بھی غفلت برتتے ہیں اور اس کی مشغولی میں اپنی تجارت کا حرج سمجھتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی مدد کیسے شامل حال ہو سکتی ہے، جب کہ اس نے اپنی یاد کے لئے خصوصی طور پر اسے قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے، حالانکہ ساری ہی عبادات اس کی یاد کے لئے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ﴾۔(۱۰۲)(ترجمہ):''اور

(۱۰۱)القرآن الکریم،سورۃ النور:۳۷-۳۸

(۱۰۲)القرآن الکریم،سورۃ طٰہٰ: ۱۴

مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کرو۔''

اس حکم سے تقرب الٰہی کے حصول میں نماز کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔اس لئے اس سے غفلت برتنا انتہائی خسارے کا سودا ہے۔دوسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے نماز کی وجہ سے رزق میں کسی قسم کے نقصان نہ ہونے کی ضمانت لی ہے بلکہ اس کے اہتمام پر رزق کا وعدہ بھی کیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾۔(۱۰۳)(ترجمہ):''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہو، ہم تم سے رزق نہیں چاہتے، رزق تو ہم تمہیں دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔''

اس لئے بھی نماز کا اہتمام ضروری ہے اور جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفروخت کو چھوڑ کر نماز کے لئے دوڑ جانے (یعنی بلا تاخیر جانے) کا خصوصی حکم **سورۃ الجمعۃ** کی آیت نمبر ۹ میں موجود ہے۔ارشاد خداوندی ہے:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾۔(۱۰۴)(ترجمہ):''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو، اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو۔''

اس حکم کی بنا پر علماء کی رائے یہ ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد جمعہ کی تیاری کے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا جائز نہیں، نیز جب تک نماز جمعہ ختم نہ ہو جائے، خرید وفروخت کا کوئی معاملہ جائز نہیں ہے۔اس لئے اس حکم کی تعمیل کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔اس کے ساتھ ہی

(۱۰۳)القرآن الکریم،سورۃ طٰہٰ:۱۳۲

(۱۰۴)القرآن الکریم،سورۃ الجمعۃ:۹

اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ دوسرے فرائض وارکان دین بھی ہیں، جن سے تجارت کے سبب غفلت برتنا دنیوی واخروی زیاں کا موجب ہے۔

ان سارے امور کے اہتمام کے ساتھ اگر فارغ اوقات میں قرآن کی تلاوت کی جائے یا کوئی ذکر مسنونہ زبان پر ہمہ وقت جاری رہے، تو اور بھی برکت اور تقرب الٰہی کا ذریعہ ہوگا۔ سورۃ الجمعۃ کی مذکورہ آیت نمبر۹ جس میں جمعہ کی اذان کے ہوتے ہی خرید وفروخت بند کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، اس کے فوراً بعد ہی یہ ہدایت بھی موجود ہے کہ جب نماز سے فارغ ہوجاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو، نیز اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کروتا کہ تم فلاح کو پہنچو۔ آیت اس طرح ہے: ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾۔(۱۰۵) (ترجمہ): ''جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین میں منتشر ہوجاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کروتا کہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔'' اس آیت میں بھی گویا یہ تلقین کی گئی ہے کہ حصول رزق کی سعی تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کرے بلکہ ساری تگ و دو کے ساتھ کثرت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر ہی تمہیں فلاح وکامیابی سے ہمکنار کرسکتا ہے۔

یہاں یہ رقم کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند کلمات ایسے ہیں جن کا پڑھنا بازار کے اندر کافی فضیلت رکھتا ہے؛ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بازار میں داخل ہوکر یہ کہے: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَاشَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَ يُمِيتُ، وَ هُوَ حَيٌّ لَا

(۱۰۵)القرآن الکریم،سورۃ الجمعۃ:۱۰

يَمُوْتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور دس لاکھ برائیاں اس کی مٹا دیتا ہے اور دس لاکھ درجے اس کے بلند کردیتا ہے۔(۱۰۶) امام ترمذیؒ نے اسی مضمون کی دوسری روایت بھی نقل کی ہے جس کے اخیر میں یہ ہے کہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔(۱۰۷) اس لئے تاجروں کو چاہیے کہ ان کلمات کا ضرور اہتمام کریں کہ اس میں نہ ہی کوئی مشقت ہے اور نہ ہی وقت فارغ کرنے کی ضرورت۔ اور ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ہر وقت اللہ رب العزت کا استحضار رہے اور کسی معاملے میں بھی اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔

یہ ہیں تجارت اور کاروبار کے چند اہم اسلامی اصول۔ اگر ان کی رعایت کرتے ہوئے تجارت کی جائے گی تو بلاشبہ وہ تجارت دنیوی واخروی اعتبار سے بڑی نفع بخش ثابت ہوگی لیکن ان کا اہتمام وہی لوگ کرسکتے ہیں، جنہیں اللہ عزوجل کے وعدوں اور اس کے رسولؐ کی خبروں پر کامل یقین ہو۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اس کے رسولؐ کی خبروں کے حوالہ سے شکوک وشبہات میں مبتلا ہوں یا جنہیں شرعی احکام کی تعمیل میں تجارت کا نقصان نظر آتا ہو، ظاہر ہے ان سے ان اصولوں کی پاس داری کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ تمام مسلمانوں کو ان کے تمام معاملات میں اپنے احکام اور اپنے حبیبؐ کی سنتوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

(۱۰۶)سنن الترمذيؒ،کتاب الدعوات،باب مَایَقُوْلُ إِذَا دَخَلَ السُّوْقَ،رقم الحدیث ۳۴۲۸

(۱۰۷)سنن الترمذيؒ،کتاب الدعوات،باب مَایَقُوْلُ إِذَا دَخَلَ السُّوْقَ،رقم الحدیث ۳۴۲۹

مصادر ومراجع

قرآن کریم وکتب ترجمہ وتفسیر

١. آسان اردو ترجمہ قرآن مجید از حافظ نذر احمدؒ، مسلم اکادمی، لاہور، ١٩٨٧ء

٢. آسان تفسیر قرآن مجید از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، یوپی، 2015ء

٣. القرآن الكريم، مجمّع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة المنوّرة بإشراف وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف و الدعوة و الإرشاد، المملكة العربية السعودية، ١٤٣٠ هجري

٤. القرآن الكريم فائق البيان فى معانى كلمات القرآن اردو ترجمہ از شاہ رفیع الدین دہلویؒ ومولانا فتح محمد خاں جالندھریؒ، پاک کمپنی، لاہور، ٢٠٠٩ء

٥. توضیح القرآن آسان ترجمہ قرآن از مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ٢٠١١ء

٦. معارف القرآن از مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ٢٠٠٨ء

٧. معانی القرآن الکریم از حافظ صلاح الدین یوسفؒ ومولانا محمد عبد الجبار، دار السلام، لاہور، ٢٠١٣ء

کتب حدیث وشروحات

٨. الإحسان في تقريب صحيح ابن حبّانؒ للإمام الحافظ أبي حاتم محمد بن حِبّان بن أحمد بن حِبّان الخراساني (المتوفي ٣٥٤ هجري) ، بترتيب

الإمام الأمير علاء الدين أبو الحسن علي ابن بلبانؒ بن عبدالله الفارسي (المتوفي ٧٣٩ هجري) ، تحقيق الشيخ خليل بن مأمون شيحا، دار المعرفة للطّباعة والنّشر والتّوزيع، بيروت. لبنان، الطبعة الأولى ٢٠٠٤م

٩. الجَامِعُ لِشُعَبِ الإِيْمَانِ للإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن الحُسين بن علي البَيْهَقِيؒ (المتوفى ٤٥٨ هجري)، تحقيق الدكتور عبدالعلي عبدالحميد حامد و مختار أحمد الندوي، مكتبة الرّشد للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الأولى ٢٠٠٣م

١٠. الروض الداني إلى المعجم الصّغير للحافظ أبي القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي الطبرانيؒ (المتوفى ٣٦٠ هجري)، تحقيق محمد شكور محمود الحاج أمرير، المكتب الإسلامي، بيروت و دار عمّار، عمّان، الطبعة الأولى ١٩٨٥م

١١. المُصَنَّفُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ للإمام الحافظ أبي بكر عبدالله بن محمد بن إبراهيم ابن أبي شيبة العَبْسِيّ الكوفيؒ (المتوفى ٢٣٥ هجري)، تحقيق محمد عوّامة، دار قرطبة للطّباعة والنّشر والتّوزيع، بيروت . لبنان، الطبعة الأولى ٢٠٠٦م

١٢. المعجم الأوسط للحافظ أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبرانيؒ (المتوفى ٣٦٠ هجري)، تحقيق أبو معاذ طارق بن عوض الله بن محمد و أبو الفضل عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني، دار الحرمين للطباعة والنشر والتوزيع، القاهرة، ١٩٩٥م

١٣. المعجم الكبير للحافظ أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبرانيؒ (المتوفى ٣٦٠ هجري)، تحقيق حمدي عبدالمجيد السلفي، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، الطّبعة الثانية ١٩٨٣م

١٤. المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجّاج تأليف الإمام الحافظ محيي الدين أبو زكريا يحيٰ بن شرف بن مُرّي النّوويّؒ (المتوفى ٦٧٦ هجري)، مركز الرسالة للدّراسات و تحقيق التّراث، تحقيق عمّار بكّور، مؤسسة الرسالة ناشرون، دمشق . سوريّا، الطبعة الأولى ٢٠١٥م

١٥. بُلُوغُ الْمَرَامِ مِنْ أَدِلَّةِ الْأَحْكَامِ للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلانيؒ (المتوفى ٨٥٢ هجري) ، تحقيق و تخريج أبو معاذ طارق بن عوض الله بن محمد، دار أطلس الخضراء للنشر والتوزيع، الرياض و دار ابن حزم للطّباعة والنّشر والتّوزيع، بيروت . لبنان، الطّبعة الثانية ٢٠٠٨م

١٦. سنن ابن ماجةؒ للإمام أبي عبدالله محمد بن يزيد بن ماجه القزوينيؒ (المتوفى ٢٧٣ هجري)، تحقيق رائد بن صبري إبنُ أبي علفة ، دار الحضارة للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية ٢٠١٥م

١٧. سنن أبي داوُدؒ للإمام الحافظ أبي داوُد سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير الأزدي السّجستانيؒ (المتوفى ٢٧٥ هجري) ، تحقيق رائد بن صبري إبنُ أبي علفة، دار الحضارة للنشر والتوزيع، الرياض، الطّبعة الثانية ٢٠١٥م

١٨. سنن الترمذيؒ للإمام الحافظ أبي عيسىٰ محمد بن عيسىٰ بن سورة بن

موسىٰ ابن الضحاك التّرمذيّؒ (المتوفى ٢٧٩ هجري)، تحقيق رائد بن صبري إبنُ أبي علفة، دار الحضارة للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية ٢٠١٥م

١٩. سنن النّسائي للإمام أبي عبدالرحمٰن أحمد بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر بن دينار الخراساني النّسائيؒ (المتوفى ٣٠٣ هجري)، تحقيق رائد بن صبري إبنُ أبي علفة ، دار الحضارة للنّشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية ٢٠١٥م

٢٠. صحيح البخاريؒ للإمام الحافظ أبي عبدالله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة الجعفي البخاريؒ (المتوفى ٢٥٦ هجري) ، مكتبة الرشد . ناشرون، الرياض، الطبعة الثانية ٢٠٠٦م

٢١. صحيح البخاريؒ للإمام الحافظ أبي عبدالله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة الجعفي البخاريؒ (المتوفى ٢٥٦ هجري)، دار ابن كثير للطباعة والنشر والتوزيع، دمشق . بيروت، الطبعة الأولى ٢٠٠٢م

٢٢. صحيح مسلمؒ للإمام الحافظ أبي الحسين مسلم بن الحجّاج بن مسلم القشيريالنّيسابوريّؒ (المتوفى ٢٦١ هجري) ، دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية ٢٠٠٠م

٢٣. فتح الباري بشرح صحيح البخاريؒ للإمام الحافظ شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر عسقلانيؒ (المتوفي ٨٥٢ هجري)، تحقيق شعيب الأرنؤوط و عادك مرشد، دار الرسالة العالمية، دمشق، الطبعة الأولى ٢٠١٣م

۲۴. مسند ا لإمام أحمد بن حنبلؒ (المتوفى ۱۲۴۱ هجري)، مكتبة دار السلام للنّشر والتّوزيع، الرياض، الطبعة الأولى ۲۰۱۳م

۲۵. مشکوٰة المصابيح للإمام الحافظ محمد بن عبدالله الخطيب التبريزيؒ (المتوفى ۷۳۷ هجري)، تحقيق الإمام المحدث محمد ناصر الدين الألبانيؒ، المكتب الاسلامي للنّشر والتّوزيع، بيروت، الطبعة الثانية ۱۹۷۹م

۲۶. مظاہرحق جدید شرح مشکوٰۃ شریف اردو (۷ جلدیں) از افادات علامہ نواب محمد قطب الدین دہلویؒ مرتب جدید مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری، ناشر ادارہ اسلامیات، دیوبند، ۱۹۸۶ء

۲۷. نيل الأوطار من أسرار منتقى الأخبار للإمام محمد بن علي بن محمد الشّوكانيؒ (المتوفى ۱۲۵۰ هجري)، تحقيق أبو معاذ طارق بن عوض الله بن محمد، دار ابن القيم للنّشر والتّوزيع، الرياض و دار ابن عفان للنّشر والتّوزيع، القاهرة، الطبعة الأولى ۲۰۰۵م

دیگر کتب

۲۸. إحياء علوم الدين للإمام أبي حامد محمد بن محمد الغزاليؒ (المتوفى ۵۰۵ هجري)، دار ابن حزم للطّباعة والنّشر والتّوزيع، بيروت. لبنان، الطبعة الأولى ۲۰۰۵م

۲۹. حجّة الله البالغة للإمام الكبير الشّيخ أحمد المعروف بشاه ولي الله ابن عبد الرحيم الدّهلويؒ (المتوفى ۱۱۷۶ هجري)، دار احياء العلوم، بيروت. لبنان، الطبعة الأولىٰ ۱۹۹۰م

۳۰. رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ (تصنیف امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) از مفتی سعید احمد پالن پوریؒ (المتوفی ۱۴۴۱ھ)، مکتبہ حجاز، دیوبند، ۲۰۰۳ء

۳۱. فقه السنة، تأليف السيد سابقؒ محمد التهامي أزهري مصري (المتوفى ۱۴۲۰ هجري)، دار الحديث، القاهرة و لدار الفتح للإعلام العربي، مصر. القاهرة، الطبعة الأولى ۲۰۰۴م

۳۲. کیمیای سعادت از امام حجۃ الاسلام زین الدین ابو حامد محمد غزالیؒ طوسی، کتابخانه و چاپخانه مرکزی، تهران، اشاعت دوم، ۱۳۳۳ھ

☆☆☆☆☆